مسلسل اشاعت کا
29واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

26

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

www.tanzeem.org

27ذوالحجہ تا4 محرم 1441ھ / 18 تا 24 اگست 2020ء

نظریۂ پاکستان سے انحراف کا نتیجہ: نفاق

تحریک پاکستان کے دوران ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اے پروردگار! اگر تو ہمیں آزادی کی نعمت عطا کردے تو ہم تیرے دین کا بول بالا کریں گے۔ ہمارے قائد نے دس برس تک اسلام کی قوالی گائی، اسلام کے راگ الاپے۔ لیکن ہم نے ان کے رخصت ہونے کے بعد اس وعدے سے انحراف کیا اور اس انحراف کا نتیجہ نفاق کی صورت میں نکلا ہے۔ اس نفاق کی تین صورتیں ہیں:

پہلا نفاق ''نفاق باہمی'' ہے۔ ہم ایک قوم ہوتے تھے لیکن اب قومیتوں میں تحلیل ہو چکے ہیں۔ اب تو عصبیتیں ہی عصبیتیں ہیں، صوبائی عصبیتیں ہیں، علاقائی عصبیتیں ہیں، لسانی عصبیتیں ہیں۔ پھر مذہبی اختلافات ہیں۔

دوسرا نفاق ''عملی نفاق'' ہے کہ ہمارے اخلاق کا دیوالیہ نکل گیا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں وارد حدیث نبویؐ ہے کہ ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔'' اب ان علامات کے حوالے سے اپنے معاشرے کا جائزہ لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی جھوٹا ہے، جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی وعدہ خلاف اور اتنا ہی بڑا خائن ہے۔ یہاں اربوں اور کھربوں کے غبن ہوئے ہیں، ہمارے اعلیٰ افسروں نے ڈاکو بن کر اس ملک کو لوٹا ہے۔

تیسرا اور سب سے بڑا نفاق ہمارے ہاں دستور کا نفاق ہے۔ کسی ملک میں اہم ترین دستاویز اس کا دستور ہوتا ہے۔ پاکستان کا دستور منافقت کا پلندا ہے۔ منافق وہی ہوتا ہے جو ظاہر میں مسلمان ہو اور باطن میں کافر! اور پاکستان کے دستور کا معاملہ بھی بالکل ایسا ہی ہے۔ اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے قرارداد مقاصد بھی کافی تھی، اگر اس میں ایک جملے کا اضافہ کر دیا جاتا کہ یہ بقیہ تمام دستور پر حاوی ہوگی۔ جسٹس نسیم حسن شاہ نے اس قرارداد مقاصد کو رد کر دیا کہ اس آرٹیکل کا دوسرے آرٹیکلز کے اوپر کوئی اثر نہیں ہو سکتا اور بات ختم ہوگئی۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا
قربانی کے اصل تقاضے
تنظیم اسلامی میں امارت کی تبدیلی اور نئے امیر کا تعارف
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
غلبۂ دین کی جدوجہد کے تقاضے
موسیقی

مشرکینِ مکہ کا پیغمبر اور کتاب کا انکار

سُورۃُ المُؤمِنُون — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 65 تا 67

لَا تَجۡـَٔرُوا الۡیَوۡمَ ۟ اِنَّکُمۡ مِّنَّا لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾ قَدۡ کَانَتۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَکُنۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ تَنۡکِصُوۡنَ ﴿۶۶﴾ مُسۡتَکۡبِرِیۡنَ ٭ۖ بِہٖ سٰمِرًا تَہۡجُرُوۡنَ ﴿۶۷﴾

آیت ۶۵: ﴿لَا تَجۡـَٔرُوا الۡیَوۡمَ ۟ اِنَّکُمۡ مِّنَّا لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾﴾ ”(ان سے کہا جائے گا) آج مت چیخو چلاؤ! اب ہمارے ہاں سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔“

آج تمہاری اس چیخ و پکار اور آہ و فریاد کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تمہاری فریاد سن کر آج کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔

آیت ۶۶: ﴿قَدۡ کَانَتۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَکُنۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ تَنۡکِصُوۡنَ ﴿۶۶﴾﴾ ”میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، تو تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹ جاتے تھے۔“

آیت ۶۷: ﴿مُسۡتَکۡبِرِیۡنَ ٭ۖ بِہٖ سٰمِرًا تَہۡجُرُوۡنَ ﴿۶۷﴾﴾ ”تکبر کرتے ہوئے، پیغمبرؐ کو قصہ گو سمجھتے ہوئے چھوڑ جاتے تھے۔“

اس زمانے میں عربوں کے ہاں قصہ گوئی کا بہت رواج تھا۔ پیشہ ور قصہ گو راتوں کو مجمع جما کر قصے سنایا کرتے تھے۔ یہ عام لوگوں کے لیے تفریح کا ذریعہ تھا اور قصہ گو کے لیے کمائی کا وسیلہ۔ اسی طرح کے قصہ گو ہندوستان میں راجپوتوں کے ہاں بھی پائے جاتے تھے جو ان کے لیے راتوں کو محفلیں سجاتے تھے۔ چنانچہ اس پس منظر میں مشرکین مکہ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے رسول ﷺ کو بھی قصہ گو سمجھ رکھا ہے کہ آپؐ کی بات سننا یا نہ سننا تمہارے لیے برابر ہے؟ اور تم سمجھتے ہو کہ آپؐ کی بات ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا؟ تم لوگوں کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ یہ فیصلہ کن کلام ہے: ﴿وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ﴿۱۰۵﴾﴾ (بنی اسرائیل) ”اور اس (قرآن) کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور یہ حق کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے، اور (اے نبی ﷺ) نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا“۔ آئندہ اسی کلام کے ترازو میں قوموں کی قسمتیں تولی جائیں گی، اسی کے سہارے لوگ کامیاب و کامران ہوں گے اور اس کو چھوڑ کر ناکامیوں اور محرومیوں کے گڑھوں میں گریں گے۔ اس سلسلے میں نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان بہت واضح اور دوٹوک ہے: ”اللہ اسی کتاب کی بدولت قوموں کو اٹھائے گا اور اس (کو چھوڑنے) کے باعث قوموں کو گرائے گا۔“

فرمان نبویؐ

سب سے زیادہ مبغوض کون؟

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((أَبۡغَضُ النَّاسِ إِلَی اللّٰہِ ثَلَاثَةٌ مُلۡحِدٌ فِي الۡحَرَمِ وَمُبۡتَغٍ فِي الۡإِسۡلَامِ سُنَّةَ الۡجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امۡرِئٍ بِغَيۡرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهُ))

(صحیح بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض (یعنی برا) اللہ کے ہاں تین شخص ہیں، حرم میں ظلم کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا، اور کسی شخص کا خون ناحق طلب کرنے والا، تاکہ اس کا خون بہائے۔“

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

27 ذوالحجہ تا 4 محرم 1441ھ — جلد 29
18 تا 24 اگست 2020ء — شمارہ 26

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

''جس دعوت اسلامی اور جہاد فی سبیل اللہ کا علم سید احمد شہید بریلویؒ اور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے انیسویں صدی کے دوسرے ربع کے اوائل میں بلند کیا تھا اور جس کی خاطر شہیدین نے بالاکوٹ کے ویرانے کو اپنے اور اپنے رفقائے قدسی کے مقدس خون سے لالہ زار کیا تھا۔ جس اعلائے کلمۃ اللہ کی دعوت پر مجتمع ہونے کی پکار 1912ء میں ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے ذریعہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے بلند کی تھی۔ جس دعوت کی صدا ایک ربع صدی سے بھی زیادہ تک ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم نے اپنی اسلامی شاعری کے ذریعہ اُمتِ مرحومہ کو سنائی تھی اور مسلم خوابیدہ کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے حدی خوانی کی اور بانگِ درا دی تھی۔ جس شہادت علی الناس اور اقامت دین کی دعوت پر صاحب ''ترجمان القرآن'' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے 1941ء میں اللہ کے چند مخلص بندوں پر مشتمل ایک قافلہ ترتیب دیا تھا..........''

یہ اقتباس تنظیم اسلامی کے تاسیسی اجتماع 27-28 مارچ 1975ء میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی طویل تقریر کا ابتدائیہ ہے۔ جو اُنھوں نے تنظیم اسلامی کے قیام کے وقت تاسیسی اراکین کے سامنے کی تھی۔ ہماری رائے میں اِن چند سطور سے تنظیم کے قیام کا مقصد اور فکری سلسلۂ نسب، پڑھنے والے پر واضح ہو جاتا ہے۔ بانیٔ تنظیم فرمایا کرتے تھے کہ مسلک کی بنیاد پر جماعت بنانا یا صوبائی تعصب کو جماعت سازی کی بنیاد بنانا یا لسانی بنیادوں پر کوئی منظم گروہ قائم کر لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ متعلقین کچے دھاگے سے بندھے چلے آتے ہیں۔ یہ ایک قابل فہم حقیقت ہے کہ ان سب تعصّبات سے بالاتر ہو کر خالصتاً دین کے قیام کی جدوجہد کرنے کے لیے ایک تنظیم بنانا جس میں نقد کچھ نہ ہونے کے برابر ہو اور سب ادھار ہو دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ہے۔ تنظیم کے قیام کے اِس اعلان کے بعد ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور نے اِس پودے کی کاشت، نگہداشت، حفاظت اور اِس کی بڑھوتری کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور یہ کہنا یقیناً مبالغہ نہیں ہے کہ اِس پودے کو تناور درخت بنانے کے لیے اُنھوں نے اپنا خون پسینہ ہی نہیں اپنی ہڈیاں بھی گلا کر اِس کی بنیادوں میں ڈال دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پہلے چند سو یا چند ہزار لوگوں کو جمع کرنا، اُنھیں منظم کرنا اُنھیں ایک لڑی میں پرو لینا ایک انتہائی مشکل کام تھا۔ یہ ایک عظیم کارنامہ تھا جو بانی تنظیم نے سرانجام دیا۔ پھر یہ کہ رفقاء تنظیم کو گھول گھول کر یہ سبق پلا دیا کہ ہمارا اصل ہدف اللہ کی رضا حاصل کرنا اور اپنی اُخروی نجات ہے۔ اِس ہدف کے حصول کے لیے ہمیں پہلے پاکستان میں اور پھر دنیا بھر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دیے ہوئے نظام یعنی ایسا نظام جس کا ماخذ قرآن و سنت اور سیرت رسول ﷺ ہو، اُسے قائم کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا انسانی معاشرہ فٹ بال بنا ہوا ہے، کبھی کسی باطل نظام کی ٹھوکر اُسے ایک انتہا کی طرف لے جاتی ہے اور کبھی کسی دوسرے نظام باطلہ کی ٹھوکر اُسے دوسری انتہا تک پہنچا دیتی ہے۔ کبھی عورت کمتر انسانیت کی حامل اور پاؤں کی جوتی اور "man" کی "wo" اور کبھی مرد کے کندھوں پر ہی نہیں اس کے سر پر بھی سوار اور اُس کی رہبر اور رہنما کی صورت میں نظر آتی ہے۔ علاوہ ازیں کبھی

بدترین استحصالی سرمایہ دارانہ نظام اور کبھی انسان دشمن اشتراکیت کا ایسا نظام جس میں ذات اور انفرادیت کی بھی نفی ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے عادلانہ نظام سے اِیسی جہنم زار دنیا کو جنت نظیر بنایا جا سکتا ہے اور انسان کی کوئی خدمت اِس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی کہ اُس کو جہنم کی آگ سے بچا لیا جائے۔ جس فکری نسب سے ڈاکٹر صاحبؒ کا تعلق تھا اُس کے علم پر یہی کچھ لکھا ہوا تھا۔ البتہ اس نظام کو پاکستان میں قائم کرنے کا طریقہ کیا ہو گا۔ یہ مبہم چلا آ رہا تھا کوئی واضح پلان کوئی منہج سامنے نہیں لایا گیا تھا۔

ڈاکٹر صاحبؒ نے منہج انقلاب کے مراحل بیان کر کے واضح راستے کی نشاندہی کر دی۔ آپ نے فیصلہ کن انداز میں مؤقف اختیار کیا کہ آخری مرحلے تک پہنچنے کے لیے منہج نبوی ﷺ ہی کو اپنانا ہو گا۔ البتہ تقریباً ساڑھے چودہ سو سال میں تاریخ نے جو موڑ مڑے ہیں اور جو سیاسی ارتقاء ہوا ہے۔ اور مقتدر قوتوں اور عوام میں طاقت کا توازن جس طرح ریاستی اداروں کے حق میں ہوا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انقلاب کے آخری مراحل میں اُنھیں مدنظر رکھتے ہوئے انقلابیوں کو، عصر حاضر میں تبدیلی کے جو لوازمات اور انداز سامنے آئے ہیں اُن سے مستفید ہونا ہو گا۔ مسلمانانِ پاکستان، خصوصاً رفقاء پر سب کچھ واضح کر دینے کے بعد اسلامی نظام کوئی یوٹوپیا نہیں ہے ایک قابل عمل نظریہ ہے اور یوں اُس کا نفاذ ممکن ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ تنظیم کی امارت سے سبکدوش ہو گئے یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ تنظیم کے قیام کے بعد اُنھیں یہ کام اِس نہج تک پہنچانے میں 27 سال لگے۔ اب اُن کی عمر ستر (70) سال ہو چکی تھی۔ اُن کی سبکدوشی کے بعد تنظیم کی امارت اُن کے بیٹے حافظ عاکف سعید کو منتقل ہو گئی اور ایسا نہیں کہ اُنھوں نے اچانک اپنے بیٹے کو امارت منتقل کر دی بلکہ سبکدوشی سے چند سال پہلے ہی تنظیم میں آل پاکستان سطح پر طویل مشاورتی اجلاس ہوئے جن کے نتیجہ میں حافظ عاکف سعید کو امیر تنظیم کا جانشین مقرر کیا گیا تھا۔ یہ بارگراں اب حافظ عاکف سعید کے کندھوں پر تھا۔ اب اُنھیں اِس مشکل کام کو لے کر آگے بڑھنا تھا اور اُن کا اصل کام اس تنظیم کو مستحکم کرنا تھا۔ اس میں نیا خون شامل کرنا تھا۔ خدا شاہد ہے حافظ عاکف سعید نے اپنی اہلیت اور استعداد کو پوری طرح بروئے کار لا کر اس کام کا حق ادا کیا۔ اپنے فرض کی انجام دہی کے لیے اتنی بھاگ دوڑ اور محنت شاقہ کی کہ محترم ڈاکٹر صاحبؒ کہہ اُٹھے: ’’جس طرح تنظیمی دورے کر کے سارے پاکستان کے رفقاء سے عزیزم عاکف سعید رابطے کرتا ہے میں تو اپنے دورِ امارت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا‘‘۔ سچی بات یہ ہے کہ امیر کی خوئے دل نوازی کا جو مظاہرہ رفقاء نے حافظ عاکف سعید کے دور میں دیکھا یہ دوسری جماعتوں کے کارکنوں کو کم ہی نصیب ہوا ہو گا۔ دنیوی لذتوں سے اجتناب کرنے والے اس شریف النفس انسان کے کردار کا رفقاء تنظیم کے دل و دماغ پر گہرا اثر مرتب ہوا۔

بہر حال ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ اُن کی صحت خراب ہوئی جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اُن کا حافظہ اور یادداشت بُری طرح متاثر ہوئی۔ اُنھوں نے ساری صورتِ حال تنظیم اسلامی کی مرکزی عاملہ کے سامنے پہلے زبانی طور پر رکھی۔ مرکزی عاملہ نے wait and see کا مشورہ دیا لیکن ایسے اعلیٰ کردار اور ظرف کا حامل انسان اپنی ذات کی خاطر دین اور تنظیم کا نقصان کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ 14 جولائی 2020ء کو اُنھوں نے تحریری طور پر مرکزی عاملہ کو امارت سے اپنی دستبرداری سے آگاہ کر دیا اور جلد مرکزی شوریٰ کا اجلاس بلا کر نئے امیر کے تقرر کا کہا۔ تنظیم اسلامی کے دستور کی دفعہ 2 (الف) کے مطابق اگر وہ چاہتے تو اپنے طور پر کسی بھی رفیق کو امیر نامزد کر سکتے تھے لیکن اُنھوں نے اپنا یہ اختیار استعمال نہ کیا اور معاملہ مرکزی شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا۔

مرکزی شوریٰ کا خصوصی اجلاس 8 اگست 2020ء بروز ہفتہ تنظیم اسلامی کے مرکز دارالاسلام لاہور میں منعقد ہوا۔ مرکزی شوریٰ کے کل 88 ارکان میں سے 82 حاضر تھے۔ استصواب رائے کے پہلے ہی مرحلہ میں محترم شجاع الدین شیخ کو واضح اکثریت حاصل ہوئی۔ محترم حافظ عاکف سعید نے اُن کے امیر ہونے کا اعلان کر دیا اور شجاع الدین شیخ کو مبارک باد دی۔ تنظیم اسلامی کے دستور کے مطابق صرف وہ رفقاء تنظیم میں رہ جاتے ہیں جو نئے امیر سے بیعت کر لیں۔ موجود ارکان شوریٰ میں سے ایک صاحب کے سوا سب نے نئے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سابق امیر حافظ عاکف سعید نے بھی نئے امیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ غیر حاضر ارکان شوریٰ کو سات یوم کی مہلت دی جائے گی تاکہ وہ بیعت کر سکیں۔ ذمہ داران ایک ماہ میں، ملتزم رفقاء دو ماہ میں جبکہ مبتدی رفقاء اور خواتین تین ماہ میں بیعت کریں گی۔ بروقت بیعت کرنے والوں کا تنظیم میں موجودہ سٹیٹس قائم رہے گا۔ امیر محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے تنظیم کے موجودہ نظم کے برقرار رہنے کا اعلان کیا۔ محترم حافظ عاکف سعید امیر تنظیم کے مشیر خصوصی ہوں گے۔

شجاع الدین شیخ بائیس (22) سال سے تنظیم سے منسلک ہیں وہ ایک پُرجوش خطیب، مؤثر مدرس ہیں اور فی البدیہہ گفتگو میں مہارت رکھتے ہیں۔ مختلف اوقات میں تنظیم کے تقریباً تمام مناصب پر فائز رہ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اُن کی مدد فرمائے۔ اللہ رب العزت نے شجاع الدین شیخ کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے ہمیں یقینِ واثق ہے کہ اُن کے دورِ امارت میں تنظیم بڑھے گی، پھلے پھولے گی اور دینِ متین کے پاکستان میں نفاذ کے لیے کئی سنگ ہائے میل طے کرے گی لیکن یہ سب کچھ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک اللہ کا خصوصی فضل و کرم اور اُس کی نصرت شاملِ حال نہ ہو۔ ہم سب اُس کی رحمت اور فضل کے محتاج ہیں اور جتنی بڑی کسی پر ذمہ داری ہے اُتنا زیادہ اللہ کی رحمت اور فضل کا وہ محتاج ہے۔ آخر میں ہم امیر تنظیم اسلامی کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اب آپ کے ہاتھوں میں شہیدین کا بلند کردہ علم ہے، الہلال اور البلاغ کی پکار آپ کے تعاقب میں رہے گی۔ مختصر یہ کہ آپ اُس جماعت کی امامت کر رہے ہیں جس نے اپنے فکری اکابرین کی چار سو سالہ مساعی کی مشعل تھامی ہوئی ہے۔ البتہ یہ اعتراف کرنا ہو گا کہ رفتار سست ہے، رفقاء کو متحرک کرنے اور مشعلوں کو تیز کرنے کی بھاری ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ہے اس کے لیے جہد مسلسل، عزم صمیم اور ناقابلِ شکست اعصاب کا ہونا ناگزیر ہے۔ ہمیں یقین ہے آپ اِن چیلنجوں کو قبول کریں گے اور سرخرو ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ اللہ آپ کا اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنانے میں ہماری غیبی مدد فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

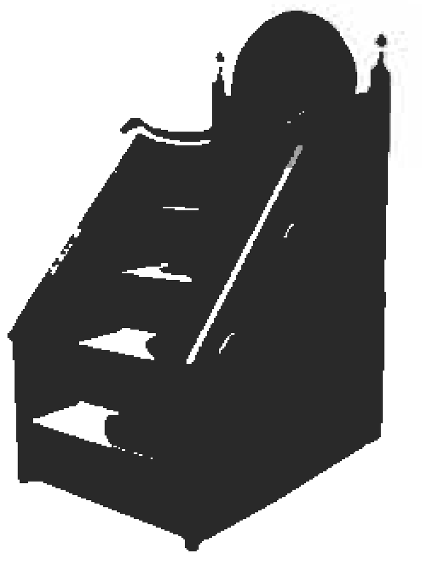

قربانی کے اصل تقاضے

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن محترم ڈاکٹر عارف رشید کے یکم اگست 2020ء کے خطاب عیدالاضحیٰ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! آج عیدالاضحیٰ کا دن ہے۔ لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان آج قربانی کریں گے اور یہ قربانی صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا تھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ارشاد فرمایئے کہ جو قربانی ہم کرتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: ((سنة ابیکم ابراهیم)) یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ معلوم ہوا کہ قربانی نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی جاری تھی۔ مشرکین کے ہاں قربانی کا یہ تصور تھا کہ کسی بت کے نام پر کوئی اونٹ یا جانور قربان کر دیا، اس کے خون سے بیت اللہ کی دیواروں کو بکھیڑ دیا اور اس کا گوشت اپنے دیوی اور دیوتاؤں کے سامنے رکھ دیا۔ یہ علامت ہوتی تھی کہ ہم نے اس دیوی یا دیوتا کے لیے یہ قربانی نذر کی ہے۔ قرآن حکیم میں سورۃ الحج میں فرمایا گیا:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾ (آیت:34)

''اور ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک نظام مقرر کیا ہے۔''

قربانی اصل میں قرب سے ہے۔ یعنی اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنا۔ تاریخ انسانی میں سب سے پہلی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے کی تھی۔ جنہوں نے اللہ کے حضور نذر مانی تھی۔ جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ﴾ (المائدۃ:27)

''اور (اے نبیؐ) ان کو پڑھ کر سنایئے آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ حق کے ساتھ۔ جبکہ ان دونوں نے قربانی پیش کی' تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی' جبکہ دوسرے کی قبول نہیں کی گئی۔''

یہ اصل میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ ہے کہ ان دونوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے لیے نذر قربان کی۔ ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہیں ہوئی۔

مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

بہرحال آج کل ہم جو قربانی کر رہے ہیں یہ اصل میں سنت ابراہیمی کی یاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ علیہ السلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اسے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا۔ قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو خراجِ تحسین پیش کیا وہ ان کی عظمت کی نشانی ہے۔ ہم میں سے اکثر و بیشتر اللہ کے راستے میں اپنے جانور قربان کریں گے۔ لیکن ہمیں شعور ہونا چاہیے کہ یہ کس شے کی یاد ہم منا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن حکیم میں 76 مرتبہ نام کے ساتھ آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تقریباً برابر ہیں۔ انتہائی کثرت کے ساتھ ان دونوں کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔ سورۃ البقرۃ میں فرمایا گیا:

﴿اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ﴾ (البقرۃ:124)

''(اے ابراہیمؑ!) اب میں تمہیں نوعِ انسانی کا امام بنانے والا ہوں!''

یہ مقام بلند ملا جس کو مل گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ مقام حاصل ہوا۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت میں فرمایا:

﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾﴾ ''اور اللہ نے تو ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔''

یعنی اپنا دوست قرار دے دیا ہے۔ پھر ملت ابراہیمی کا ذکر قرآن حکیم میں کئی بار ہوا۔ نبی اکرم ﷺ سے واحد کے صیغے میں فرمایا:

﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ﴾ (النحل:123)

''پھر (اے محمد ﷺ!) ہم نے وحی کی آپ کی طرف کہ پیروی کیجیے ملت ابراہیمؑ کی یکسو ہو کر۔''

یہ حکم دینے والی اللہ کی ذات ہے اور کسے دیا جا رہا ہے محبوب رب العالمین ﷺ، رحمۃ للعالمین ﷺ کو۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو جمع کے صیغے میں فرمایا گیا:

﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ﴾ (آل عمران:95)

''کہہ دیجیے اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے' پس پیروی کرو ملتِ ابراہیم کی جو یکسو تھے (یا یکسو ہو کر!)''

پھر جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی وہاں فرمایا گیا:

﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا﴾

''اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے' اس سے پہلے بھی (تمہارا

یہی نام تھا) اور اس (کتاب) میں بھی ہے"۔ (الحج:78)

گویا جو آج ہم امت مسلمہ موجود ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں۔ اسلام کہتے کسے ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی وہ آیت میرے ذہن میں آ رہی ہے، جب ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواریں کھڑی کر رہے تھے۔ فرمایا:

﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ﴾

(البقرۃ:127، 128)

"اور یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ ہمارے گھر کی بنیادوں کو اٹھا رہے تھے۔ اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے۔ یقیناً تو سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مطیع فرمان بنائے رکھ اور ہم دونوں کی نسل سے ایک اُمت اٹھائیو جو تیری فرماں بردار ہو۔"

ہر انسان کے اندر نفسانی خواہشات ہوتی ہیں، حب مال ہے، حب دنیا ہے۔ لیکن ان سب سے آزاد ہو کر صرف اپنے آپ کو اللہ کی بندگی کے لیے خالص کر دینا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملے میں خاص طور پر یہ امت مسلمہ بھی گویا کہ جس کا ظہور ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں۔ پھر اسی طرح قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ﴾

"یقیناً ابراہیمؑ ایک امت تھے' اللہ کے لیے فرمانبردار اور یکسو"۔ (النحل:120)

نماز کے اختتام پر ہم میں سے ہر شخص درود ابراہیمی پڑھتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

بہر حال قرآن حکیم میں کس اعتبار سے اور پھر ہماری نماز کا جو ایک جزو ہے، اس میں ہم جس طرح درود ابراہیمی پڑھتے ہیں۔ آخری بات یہ کہوں گا کہ سورۃ الممتحنۃ میں فرمایا گیا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ﴾

"تمہارے لیے بہت اچھا نمونہ ہے ابراہیم (کے طرز عمل) میں۔" (آیت:4)

اسوۂ حسنہ کی اصطلاح قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوئی۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

"(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے"۔ (آیت:21)

آج کروڑوں مسلمان قربانی کریں گے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ ہمارے سامنے رہنا چاہیے۔

آپ علیہ السلام کی پوری زندگی امتحانات سے بھرپور ہے۔ عقل وشعور کا امتحان ہو رہا ہے، وہ معاشرہ جس میں شرک اور معصیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں، سورج اور چاند کو دیوتا قرار دیا گیا، ان کی پرستش کرنے والے موجود ہیں، اس دور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زبان پر نعرہ توحید بلند ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴿۷۹﴾﴾

"میں نے تو اپنا رُخ کر لیا ہے یکسو ہو کر اُس ہستی کی

پریس ریلیز 14 اگست 2020ء

نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر کب ملے گی؟

شجاع الدین شیخ

نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر کب ملے گی؟ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے یوم آزادی پر قوم کے نام اپنے پیغام میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ مملکتِ خداداد پاکستان کے قیام کو تہتر (73) سال ہو چکے ہیں لیکن پاکستان نہ صرف یہ کہ اپنی منزل نہیں پا سکا بلکہ منزل کا صحیح تعین کرنے میں بھی بُری طرح ناکام رہا ہے۔ حالانکہ مسلمانانِ برصغیر نے زبردست جانی و مالی قربانیاں دے کر یہ خطۂ زمین اس لیے حاصل کیا تھا کہ یہاں مسلمان اسلام کے عادلانہ نظام کے تحت زندگی گزار سکیں گے۔ اِس کے لیے اُنھیں حاکم انگریز اور متعصب ہندو سے ایک طویل جنگ لڑنا پڑی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی اور محض اِس لیے راستے کی ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں کہ وہ دارالکفر سے دارالسلام پہنچ جائیں۔ آغاز میں قراردادِ مقاصد کی منظوری سے راہ بھی متعین ہوگئی۔ تمام مکاتبِ فکر کے اکتیس (31) علماء نے متفقہ طور پر بائیس (22) نکات کے ذریعے حکومت کو نفاذِ اسلام کا واضح نقشہ بھی پیش کر دیا۔ لیکن پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ہماری گاڑی کو ریورس گیئر لگ گیا۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ قوم کا مغرب زدہ لبرل طبقہ سرے سے ہی اِس بات کا منکر ہے کہ پاکستان نفاذِ اسلام کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ وہ سیکولر نظام کے لیے قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کی غلط تاویلات کرتے ہیں۔ حالانکہ 25 جنوری 1948ء کو قائداعظم نے کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے واضح طور پر اُن لوگوں کو شرپسند قرار دیا تھا جو کہتے تھے کہ پاکستان میں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ نہیں ہوگا۔ اُنھوں نے کہا کہ قوم کو تجدید عہد کرنے اور عملی طور پر یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان کا مقدر صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جو لوگ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے خلاف ہیں وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر پاکستان کے قیام کے جواز کو ہی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آج ہر مسلمان کا قومی ہی نہیں دینی فریضہ بھی یہ ہے کہ وہ پاکستان میں ایسا اسلامی نظام قائم کرنے کی جدوجہد میں شریک ہو جو کہ خلافتِ راشدہ کے قریب تر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانانِ پاکستان کی دنیوی اور اُخروی فلاح اسلام کے نظام عدلِ اجتماعی کے قیام میں ہی مضمر ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

طرف جس نے آسمان و زمین کو بنایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔'' (الانعام)

یہ چاند سورج اسباب ہیں۔اس کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کر دی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور مسخر کر دیا تمہارے لیے سورج اور چاند کو۔'' (ابراہیم:33)

اگر غور کریں تو یہ سورج ہماری چاکری کر رہا ہے۔ اسی سے فصلیں پکتی ہیں۔اسی کی وجہ سے سمندر سے بخارات اٹھتے ہیں اور اوپر جا کر بادل بنتے ہیں اور ہمیں پانی حاصل ہوتا ہے۔وہ پانی جس کو قرآن حکیم انتہائی مبارک پانی کہتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرۃ)) ''دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم پیدا کیے ہو آخرت کے لیے۔'' یعنی وہ زندگی جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ہم میں سے اکثر و بیشتر خاص طور پر جو زمانہ گزر رہا ہے۔جس میں اچانک کسی کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔کوئی کرونا کی وجہ سے فوت ہو گیا ہے۔ہم اپنے ہاتھوں سے اس کی تدفین کر کے آتے ہیں لیکن ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ وقت ہم پر بھی آ سکتا ہے۔یہ دنیا عارضی ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ﴾ (الحدید:20)

''خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل' دل لگی کا سامان اور ظاہری ٹیپ ٹاپ ہے اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا۔''

پھر مال کی کثرت کی طلب، یہ تمام چیزیں ہیں جسے قرآن متاع الغرور کہتا ہے۔لیکن اپنی جگہ بڑی حقیقت ہے۔یہاں کی ہر شے مشہود ہے۔یہاں کی لذت آپ محسوس کرتے ہیں۔جبکہ آخرت کا معاملہ ادھار ہے۔قرآن میں کہا گیا:

﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾﴾ (القیامہ)

''ہرگز نہیں! اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی ملنے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت کرتے ہو۔اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔''

اس لیے کہ یہاں ہر شے نقد حاصل ہوتی ہے۔ کوئی لذت ملی تو کتنی دیر تک رہے گی۔جیسا کہ کسی صاحب نے بہت پیارے الفاظ کہے تھے کہ گناہ کی لذت آپ کو دنیا میں حاصل ہو گئی لیکن اس کے ساتھ اس کا وبال آپ کے ساتھ جائے گا۔قبر میں موجود ہوگا، برزخی زندگی میں موجود ہوگا اور بالآخر انسان کو اللہ کے عذاب تک پہنچا دے گا۔اس دنیا میں کوئی انسان نیکی کرتا ہے تو بظاہر اس کی وجہ سے تکلیف ہے لیکن وہ بھی عارضی ہے لیکن وہ نیکی، خیر، بھلائی آپ کے ساتھ ہوگی، آپ کی قبر میں، عالم برزخ میں بھی ہوگی اور بالآخر اللہ کی رضا اور اللہ کی جنت تک پہنچا دے گی۔تو ہمیں اس اعتبار سے اپنا جائزہ لینا چاہیے۔جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان بندہ بنائے رکھ۔آج ہمارے اندر مسلمانی موجود ہے یا نہیں۔ ٹھیک ہے ہم مسلمان گھرانے میں پیدا ہو گئے لیکن کیا حقیقی اسلام ہمارے اندر موجود ہے؟ اسلام کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں سے ہے لیکن بدقسمتی سے ہم نے صرف نماز، روزہ یعنی مراسم عبودیت کو کل اسلام سمجھ لیا ہے۔اسلام آپ کو ہر اعتبار سے ڈیل کرتا ہے، اسلام ایک سسٹم آف لائف ہے۔اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ﴾ (المائدہ:3)

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے' اور تم پر اتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا' اور تمہارے لیے میں نے پسند کر لیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔''

تو اپنی زندگیوں کا جائزہ لیجیے، جہاں بھی کوئی غیر شرعی اور حرام چیز موجود ہے کوشش کیجیے اس کو نکالنے کی۔ورنہ اگر ہم بالکل خالی ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو وہاں ہماری ناکامی ہے۔ہمارا ایمان ہے کہ اُخروی زندگی ہمیشہ کی ہے، ابدی زندگی ہے۔اُخروی زندگی، قرآن کو ہم مانتے ہیں تو مسلمان ہیں۔لیکن اگر ہم اس قرآن کو پڑھنے، اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہیں تو پھر ہم نے اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے جو اللہ کے ہاں ہمارے کام نہیں آئے گا البتہ اس دنیا میں ہم مسلمان شمار ہوں گے۔

یہ قربانی اصل میں اپنی خواہشات نفس کی قربانی ہے۔جانور کے گلے کے اوپر اللہ اکبر اللہ اکبر۔بسم اللہ اللہ اکبر آپ کہیں گے، لیکن ساتھ آپ یہ بھی جائزہ لیں کہ کیا میں نے اپنی خواہشات کو بھی اللہ کے تابع کیا ہے یا نہیں، میری معاش میں حرام شامل تو نہیں ہے، میری معاشرت میں بے حیائی، فحاشی اور عریانی تو در نہیں آ گئی۔ ان تمام چیزوں کا ہمیں شعور ہونا چاہیے۔بدقسمتی سے اسلام کی روح ہمارے اندر سے نکل گئی۔بقول شاعر:

رہ گئی رسمِ آذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

اور یہ روح قرآن حکیم کے ساتھ مضبوط تعلق کی بنیاد پر پیدا ہوگی اور وہ آرزو کہ انسان اس دنیا میں اللہ کی بندگی اختیار کرے۔

آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی چمک دمک انسان کو اپنی طرف بہت قوت کے ساتھ کھینچتی ہے، اگر ہم فانی دنیا کی رنگینیوں سے بچتے ہوئے اپنی خواہشات کو قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی حقیقی بندگی اختیار کریں تو یہ اصل کامیابی ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

یہ المیہ ہے کہ اس مرتبہ حج کرنے والوں کی تعداد بھی دس ہزار سے زائد نہیں ہے۔حالانکہ 30،25 لاکھ افراد وہاں موجود ہوتے تھے۔یہ بھی کہا گیا کہ ہمارا رب ہم سے ناراض ہو گیا، اس نے اپنے گھر کے دروازے ہم پر بند کر دیے۔یہ کرونا کی وبا نے جس طرح پوری عالمی معیشت کا دیوالیہ نکال لیا ہے۔کس وسیع پیمانے کے اوپر بیروزگاری عام ہوئی ہے۔اور کس وسیع پیمانے پر بیماریاں اور انسان کا مدافعاتی نظام برباد ہوا ہے۔لیکن ہم میں سے ہر ایک کو یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم ہیں ہماری قبر ہے جس کے لیے ہمیں تیاری کرنی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

14 پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

38

روحِ خود در سوزِ بلبل دیدہ ایم
خونِ آدم در رگِ گل دیدہ ایم

ترجمہ ہم نے بلبل کے ترنم میں سوز مسلمانوں کی دلسوزی سے ماخوذ دیکھا ہے ہم نے (سرخ) پھول کی رگوں میں ابن آدم کا (حق کی خاطر بہتا) خون دیکھا ہے

تشریح انسانی نفسیات کا خاصہ اس کے نظریات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے نفسیات اور نظریات کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے نفسیات اور تخلیقی شاکلہ (DNA) نظریات کو متاثر کرتا ہے اور نظریات کی REPERCUSSIONS اس کی نفسیات وعادات کو متاثر کرتی ہے۔ مشرق ومغرب کی نفسیات، سوچ اور نظریات میں بھی رات اور دن کا فرق ہے۔ مسلمانوں میں گدھا، کتا اور اُلو اچھے SYMBOL نہیں ہیں اور بالعموم منفی انسانی اقدار اور گھٹیا سوچ کو ظاہر کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں جبکہ مغرب اور FARWEST (مغرب بعید) میں تو ان علامات پر فخر کیا جاتا ہے اور خوش قسمتی کی علامات ہیں۔ کتا مغرب میں 'دیوتا' کی حد تک اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اُلو ذہانت فطانت سیاست کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ گدھا مشرق (مسلمانوں) میں کم عقلی، سفلی جذبات اور بے ہودگی کی علامت ہے جبکہ مغرب میں قابل فخر۔ امریکی دو مشہور مقابل سیاسی پارٹیوں میں سے ایک کا انتخابی نشان گدھا ہے اور دوسری کا ہاتھی ہے۔ پھول اور بلبل مشرق میں شاعروں کے رنگ اور آواز کے استعارے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ مشرقی (اسلامی) نظریات میں سوز دروں، آواز میں درد اور دکھ کا اظہار بلبل کی درد بھری آواز میں بھی موجود ہے اور جہاد میں مسلمانوں کا خون بہنا سرخ پھول کے رنگ میں ہمیں نظر آتا ہے اور جذبات کو اُبھارتا ہے۔

39

فکرِ ما جویائے اسرارِ وجود
زد نخستیں زخمہ بر تارِ وجود

ترجمہ میری فکر (حاصل کلام) اور پیام مشرق کائنات میں وجود باری تعالیٰ کی جستجو میں خود شناسی (اپنے وجود کے اسرار) کے لیے سرگرداں ہے۔ (میری فکر نے) انسانی وجود کے (تاروں کے قریب پہنچ کر) ان پر ضرب لگائی ہے جس سے اب ملکوتی صدائیں اُٹھ رہی ہیں اور اسرار خودی فاش ہو رہے ہیں

تشریح علامہ اقبال نے مشرق میں اسلامی علوم اور ایک مسلمان کی نفسیات گھریلو ماحول سے پائی پھر مسلم معاشرے کو اسلامی نظر سے دیکھا، مغرب میں جا کر مغربی نظریات اور ان کی زہرناکی کا بچشم سر ملاحظہ کیا اور عصر حاضر کے ذہن کو مدنظر رکھ کر (1) قرآن مجید کے اسرار بیان کیے۔ فرماتے ہیں کہ میری فکر نے دنیا میں تلاشِ حق کی ہے اور ذات باری تعالیٰ کے وجود کو پالیا ہے (2) میرے اندر اللہ پر ایمان ہے اور قرآن مجید پر مزید غور وفکر سے انسانی زندگی کی حقیقت اور مقصد (اسرار خودی) تک رسائی کر لی ہے۔ دنیا میں آیاتِ قرآنی کی طرح آیاتِ اَنفسی وآیاتِ آفاقی بھی ذات باری تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں رہنمائی کرتی ہیں (3)۔

40

داشتیم اندر میانِ سینہ داغ
بر سرِ راہے نہادیم ایں چراغ

ترجمہ (خالق کائنات نے انسانی وجود کے اندر ایک 'نقطۂ نورے کہ نامِ او خودی ست' رکھا ہے) یہ 'روشن دل' (CONSCIENCE) انسانی وجود کے لیے ایک داغ ہے اس 'داغ' کو ہم نے چراغ بنا کر سرِ راہے رکھ دیا ہے تاکہ آج کا خدا بے زار فلسفوں کا مارا) انسان اس سے رہنمائی حاصل کر سکے

تشریح میرے وجود میں سینہ کے درمیان ایک داغ (IMPRINT) ہے (جیسے کسی زخم کا نشان رہ جاتا ہے) یہ نشان (داغ) ایک ملکوتی عطا ہے جسے علامہ اقبال نے اسرارِ خودی میں 'نقطۂ نورے کہ نامِ او خودی ست' فرمایا ہے یہ ایک غیر مرئی نقطہ ہے جو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس نشان میں سے روشنی نکل رہی ہے انسان کا شرفِ انسانیت اسی خودی (ضمیر یا روح) کے نور (نورِ فطرت) کی بدولت ہے۔ (4) روشن آنکھ اور روشن نکتہ باطنی زندگی ہے، جسے دوسری اصطلاح میں 'حیا' کہتے ہیں یہ لفظ 'حیا' بھی 'حیات' سے بنا ہے اور یہ باطنی حیات کا دوسرا نام ہے جسے زندہ ضمیر بھی کہتے ہیں۔ اسی حقیقت کو علامہ اقبال نے ایک اُردو شعر میں یوں فرمایا ہے: ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

یہ سینے کا چراغ اور بیدار خودی ہم نے مغربی اقوام اور مغربی تہذیب کے پرستاروں کے سامنے رکھ دی ہے یعنی اس نظم پیامِ مشرق سے بہت پہلے علامہ اقبال نے 'اسرارِ خودی' اور 'رموز بیخودی' لکھی تھی جس کا مغرب میں اہل دانش میں چرچا ہوا علامہ اقبال کے استاد پروفیسر نکلسن نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا اس کے بعد (1920ء) سے اب تک اس سمت میں کوئی کام نہیں ہوا مکمل خاموشی ہے۔ مغرب میں انسان کی انسانیت مر چکی۔

(1) فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے: کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ "لوگوں سے ان کی ذہنی سطح اور IQ کے مطابق کلام کرو"۔ (2) سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی ابتدائی آیات جو رسول ﷺ تہجد میں اٹھ کر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر پڑھتے تھے۔

(3) القرآن (164:02 اور 21-20:51)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ (ترمذی) "مومن کی فراست سے ڈرو"۔

تنظیم اسلامی کے اراکین شوریٰ کی واضح اکثریت کی رائے شجاع الدین شیخ کے حق میں تھی جس کے نتیجے میں سابق امیر تنظیم نے ان کی بطور امیر تنظیم اسلامی تقرری کا اعلان کیا: اعجاز لطیف (نائب امیر تنظیم اسلامی)

بقول بانیٔ تنظیم، تنظیم اسلامی برعظیم پاک و ہند میں احیائے دین کے حوالے سے پچھلی چار سو سالہ محنتوں کا تسلسل ہے، اس لحاظ سے یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے جو مجھے سونپی گئی ہے، سب سے دعاؤں کی درخواست ہے: شجاع الدین شیخ

تنظیم اسلامی میں امارت کی منتقلی اور نئے امیر کا تعارف کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے تنظیم اسلامی کی امارت کیوں چھوڑ دی؟

اعجاز لطیف: سابق امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب ایک عرصے سے بیمار تھے اور اسی وجہ سے وہ گزشتہ سالانہ اجتماع میں بھی شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس کے بعد ان کی صحت کچھ بہتر ہونی شروع ہوئی اور انہوں نے کچھ دورے بھی کیے لیکن ان کو عوامی خطاب میں کچھ دقت محسوس ہوتی تھی۔ اس کے بعد وہ کرونا وائرس کا شکار ہو گئے لیکن الحمدللہ! اس میں وہ صحت یاب ہوئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی۔ لیکن اس کے بعد ان کی یادداشت میں بہت کمی واقع ہونا شروع ہوئی۔ ان کو چیزوں کو یاد رکھنے میں دقت ہو رہی تھی لہٰذا انہوں نے کافی عرصہ پہلے مجلس عامہ میں اس ذمہ داری سے سبکدوش کرنے کی استدعا کی تھی لیکن اس خیال سے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں خصوصی صلاحیتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں اور اس اُمید پر کہ ان کی بیماری عارضی نوعیت کی ہے اور وہ جلد صحت یاب ہو جائیں گے' ان کو یہ ذمہ داری جاری رکھنے کی استدعا کی گئی۔ بہرحال 14 جولائی 2020ء کو انہوں نے مجلس عاملہ میں تحریراً استدعا کی کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اب انہیں اپنی ذمہ داری سے الگ ہو جانا چاہیے لہٰذا اس کے لیے مرکزی شوریٰ کا اجلاس بلایا جائے۔ اس پر مرکزی عاملہ کا ایک خصوصی ہنگامی اجلاس 16 جولائی کو بلایا گیا۔ اس میں مشورے کے بعد یہ طے کیا گیا کہ چونکہ وہ اس وجہ سے ذہنی دباؤ محسوس کر رہے ہیں لہٰذا ان کی صحت کی بہتری کے لیے ان کے اس حکم پر عمل درآمد کیا جائے۔ چنانچہ 8 اور 9 اگست کو اس حوالے سے شوریٰ کا اجلاس بلانے کا اعلان کیا گیا۔ اس کے بعد بھی شوریٰ کے دو تین اجلاس بلائے گئے جن میں تنظیم کے دستور کے مطابق اس پورے پراسس کو فالو کیا گیا اور پورا ایک پروسیجر ترتیب دیا گیا۔ اس حوالے سے دستور کی دفعہ 2 کا کچھ حصہ پڑھنا چاہوں گا:

دفعہ 2۔ الف: ''امیر تنظیم کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ جو امیر تنظیم کی ازخود دستبرداری (کسی مجبوری یا معذوری کی بنا پر) کی صورت میں یا وفات کے بعد امیر تنظیم ہوں گے۔ بصورت دیگر ان کی وفات پر نئے امیر تنظیم کا انتخاب

مرتب: محمد رفیق چودھری

مرکزی مجلس مشاورت 7 دن کے اندر اتفاق رائے یا اختلاف کی صورت میں کثرت رائے سے کرے گی۔''

یہاں نئے امیر کے تقرر کے لیے دو آپشن ہیں۔ ایک یہ کہ امیر تنظیم خود اپنا جانشین مقرر کر دیں اور خود دستبرداری اختیار کر لیں یا پھر خدانخواستہ انتقال کی صورت میں بھی جانشین امیر ہوگا۔ اب نوٹ کیجیے کہ جب امیر تنظیم نے اپنی دستبراری کا ارادہ 14 جولائی کو ظاہر کیا تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں کسی کو نامزد کر رہا ہوں بلکہ انہوں نے نئے امیر کے چناؤ کے لیے شوریٰ کا اجلاس بلانے کا عندیہ دیا۔ انہوں نے شوریٰ کے اجلاس میں اپنے خطاب میں اس کی وضاحت کی کہ اگرچہ مجھے اس کا اختیار ہے کہ میں اپنا جانشین نامزد کر سکتا ہوں لیکن میں نے اپنا یہ اختیار استعمال کرنے کی بجائے اراکین شوریٰ کی اکثریت کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ اس کے بعد 8 اگست کو مرکزی شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا۔ شوریٰ کے اراکین کی کل تعداد 88 ہے۔ ان میں سے 6 اراکین اپنی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے۔ باقی تمام اراکین نے شوریٰ کے اجلاس میں باقاعدہ شرکت کی اور ان سب کو موقع دیا گیا کہ وہ امیر کا چناؤ کر سکتے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ نئے امیر کے لیے پہلے سے نہ تو کوئی اُمیدوار تھا اور نہ ہی کسی گروپ کو منتخب کیا گیا تھا کہ اس نے دو یا چار دن میں امیر منتخب کرنا ہے۔ البتہ صرف یہ بتایا گیا تھا کہ ملتزم رفقاء' جو تسلسل سے پانچ سال تک ملتزم رہے ہوں ان میں سے آپ کسی کے بارے میں بھی رائے دے سکتے ہیں۔ گویا یہ دائرہ بہت وسیع تھا کیونکہ تقریباً 18 سو سے زائد ہمارے ملتزم رفقاء ہیں وہ اس اصول کے تحت پورے کے پورے امیر بننے کے اُمیدوار تھے۔ ہر رکن شوریٰ کو ایک شخص کے بارے میں ہی رائے دینی تھی اور یہ بھی شرط تھی کہ جب تک کسی ایک شخص کے بارے میں واضح اکثریت یعنی 51 فیصد یا اس سے زائد کی رائے نہیں آ جائے گی اس کے لیے multiple rounds بھی ہو سکتے ہیں۔ فرض کیجیے پہلے راؤنڈ میں کوئی بھی (۵۱ فیصد) اکثریت حاصل نہیں کر پایا تو اب ٹاپ کے چند لوگوں کے بارے میں دوبارہ رائے لی جائے گی اور اگر اس میں بھی مطلوبہ اکثریت حاصل نہیں ہوتی تو تیسری دفعہ پھر پراسس چلے گا۔ تمام اراکینِ شوریٰ کو تقریباً دس بارہ دن پہلے اس حوالے سے بتا دیا گیا تھا کہ یہ خصوصی شوریٰ نئے امیر کے تقرر کے لیے بلائی جا رہی ہے۔ یعنی جنہوں نے اس پورے پراسس میں حصہ لینا تھا ان سب کے علم میں یہ بات پہلے سے موجود تھی۔ چنانچہ 8 اگست کو سب لوگوں

نے اس حوالے سے اپنی اپنی رائے دی۔ واضح اکثریت کی رائے شجاع الدین شیخ صاحب کے حق میں تھی جس پر امیر محترم نے ان کی تقرری کا اعلان کیا اور 82 میں سے 81 اراکین شوریٰ نے فوری طور پر ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی جن میں سابق امیر تنظیم اسلامی بھی شامل ہیں۔

سوال: کیا ہم اس پورے پراسس کو جمہوری طریقہ کہہ سکتے ہیں؟

اعجاز لطیف: جمہوریت کے معروف تقاضوں کے مطابق اُمیدوار ہوتے ہیں لیکن یہاں اُمیدوار کوئی نہیں تھا۔ اسی طرح جمہوریت میں باقاعدہ لابنگ ہوتی ہے اور اس کے لیے بڑی رقمیں خرچ کی جاتی ہیں لیکن یہاں اس طرح کا معاملہ نہیں تھا۔ 18 سو ملتزم رفقاء جن کے التزام کو 5 سال کا تسلسل حاصل ہوا اُن میں سے کسی کے حق میں بھی رائے دی جا سکتی تھی۔ چنانچہ جس نے بھی رائے دی ہے اس کی پرچی پر باقاعدہ لکھا ہوا تھا کہ میں دیانتدارانہ رائے دیتا ہوں کہ فلاں صاحب اس کے اہل ہیں۔ یعنی جمہوری اصولوں کی مطابق تو یہ پراسس نہیں ہوا لیکن شورائیت کی جو مناسب شکل ہو سکتی ہے اس کے مطابق یہ تقرر عمل میں لایا گیا۔ یعنی اراکین شوریٰ کی رائے کے مطابق یہ سارا معاملہ عمل میں لایا گیا۔

سوال: آپ کا ذاتی تعارف کیا ہے؟

شجاع الدین شیخ: سب سے پہلے میں کہوں گا کہ مشاورت سے امارت کی منتقلی ہوئی ہے اور یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے عہدہ برا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں کہ:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ﴾ ”اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں۔“ (آل عمران:159)

اسی طرح سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ۖ﴾ ”اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔“ (الشوریٰ:38)

یہ سارا پراسس انہی قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مکمل ہوا ہے۔ پھر اسی دوران جب یہ پراسس جاری تھا تو سابق امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے وہ حدیث ہمیں سنائی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو کسی ذمہ داری کا خود سے طلب گار نہ ہو لیکن ذمہ داری اس پر ڈال دی جائے تو پھر اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد بھی شامل ہوتی ہے۔ آپ سب لوگوں سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے۔ بانی تنظیم اسلامی فرماتے تھے کہ تنظیم اسلامی برعظیم پاک وہند میں احیائے دین کے حوالے سے پچھلی چار سو سالہ محنتوں کا تسلسل ہے اور پھر محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے اپنی زندگی کے 18 سال اس ذمہ داری کو ادا کرنے میں صرف کیے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بہت بڑی مثال ہے۔ میں اپنے آپ کو قطعاً اس کے قابل نہیں سمجھتا لیکن بہرحال مجبوری وہی ہے کہ یہ ذمہ داری مشورے کے نتیجے میں سامنے آئی ہے تو انکار کی کوئی صورت بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ اس میں آسانی کا معاملہ فرمائے۔

جہاں تک ذاتی تعارف کا تعلق ہے تو شجاع الدین شیخ میرا نام ہے۔ میرا تعلق کراچی سے ہے۔ میرے دادا مرحوم ہندوستان کی ریاست گجرات کے ضلع سورت کے ملحق علاقے ”بروج“ سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ احمد دیدات بھی اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ہمارے دادا جب

> سابق امیر تنظیم نے جس محنت اور لگن کے ساتھ اپنے آپ کو تنظیم کے مقصد کے لیے کھپایا اس کے تناظر میں اب یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اسی لگن اور جذبے کے ساتھ اس جدوجہد کو جاری رکھیں۔

1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے تو شروع میں کراچی کسٹم میں رہے۔ پھر ہمارے والد صاحب بھی کراچی کسٹم میں رہے۔ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ البتہ یہ بھی ضرور کہوں گا کہ ہمارے دادا اور والد صاحب دونوں حد درجے ایماندار تھے۔ الحمد للہ! آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کسٹم کے کسی شعبہ میں رہ کر حلال کمانا کتنا مشکل معاملہ ہے۔ پھر بہت شریف النفس آدمی تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین کی طرف آنے کی جو توفیق عطا فرمائی ہے یہ ان کی تربیت اور رزق حلال کی بدولت ممکن ہوا ہے۔ الحمد للہ! میں شادی شدہ ہوں اور میرے سات بچے ہیں جن میں سے چار بیٹیاں ہیں اور تین بیٹے ہیں۔ سب سے بڑی بیٹی تقریباً سولہ سال کی ہے اور سب سے چھوٹا بیٹا تین سال کا ہے۔ ماشاء اللہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا حافظ قرآن ہیں جبکہ دیگر دو بیٹیاں اور ایک بیٹا گھر میں ہی حفظ کر رہے ہیں۔

جہاں تک ذریعہ معاش کا معاملہ ہے تو ماضی میں میرا پروفیشن چارٹرڈ اکاؤنٹنسی کا تھا۔ البتہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو 1991ء سے سننا شروع کیا تھا۔ 1998ء میں تنظیم اسلامی میں باقاعدہ شمولیت ہوئی۔ پھر 2001ء سے 2002ء تک کراچی میں رجوع الی القرآن کورس کیا۔ 2002 سے 2006ء میں قرآن اکیڈمی میں فیکلٹی ممبر کے طور پر کام کرتا رہا اور یہی میری معاش کا ذریعہ تھا۔ البتہ اس سے پہلے کچھ ٹیوشنز کا سلسلہ رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک دو پرائیویٹ یونیورسٹیز میں وزیٹنگ فیکلٹی کے طور پر پڑھانے کا موقع ملا اور وہاں سے مشاہرہ ملنا شروع ہوا۔ 2006ء سے لے کر 2013ء تک ٹیچنگ کا یہی سلسلہ چلتا رہا۔ پھر کراچی میں ایک اور ادارہ علم فاؤنڈیشن کے نام سے ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قرآن حکیم کی خدمت لی اور ماشاء اللہ قرآن حکیم کے ترجمہ اور تشریح کا ایک مکمل نصاب تیار ہوا جس سے اس وقت پورے پاکستان سے تقریباً 20 لاکھ طلبہ و طالبات استفادہ کر رہے ہیں۔ یہ ادارہ 2009ء میں قائم ہوا تھا جس کو کراچی کی بزنس کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے بہت اچھے لوگ چلا رہے ہیں۔ یہ حضرات بانی تنظیم اسلامی کو بھی سنتے تھے اور مولانا مودودیؒ سے بھی محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ پہلے انہوں نے مجھے مشورے میں شامل کیا اور پھر کہا کہ آپ اس میں تھوڑا وقت بھی دیں۔ چنانچہ 2009ء میں علم فاؤنڈیشن کے ادارے کو میں نے پروگرامز ڈائریکٹر کی حیثیت سے جوائن کیا اور ابھی بھی وہ ذمہ داری میرے پاس ہے۔ یہی میرا معاش کا ذریعہ بھی ہے۔ یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ تنظیم اسلامی کی یہ پالیسی ہے کہ ہم میڈیا کے پروگرامز، خطاب جمعہ اور دروس قرآن وغیرہ کا مشاہرہ نہیں لیتے جیسا کہ بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی اپنی بھی پالیسی تھی۔

سوال: آپ تنظیم میں کیوں شامل ہوئے؟

شجاع الدین شیخ: میرے ایک کزن ہیں جنہیں میں اپنے بڑے بھائی کی طرح سمجھتا ہوں۔ ان کے میرے اوپر بڑے احسانات ہیں۔ انہوں نے مجھے 1991ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے متعارف کرایا تھا۔ میرے کزن کے ترغیب دلانے پر میں نے بانی تنظیم کے دروس و خطابات سننا شروع کیے۔ اس کے علاوہ جب محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کراچی تشریف لاتے تھے تو میں باقاعدہ اُن کے پروگرامز میں شرکت بھی کرتا تھا۔ اس کے

بعد کراچی میں تنظیم اسلامی کے دفتر میں جانے کا سلسلہ شروع ہوا اور وہاں سے تنظیمی لٹریچر اور ویڈیو کیسٹ لیتا تھا۔ اصل بات یہی ہے کہ بانی تنظیم اسلامی کا خلوص، ان کی لگن، ان کی کمٹمنٹ اور دینی کاموں اپنی پوری جان کو کھپا دینا' ان چیزوں نے بہت متاثر کیا۔ پھر بانی تنظیم اسلامی کا 1998ء کا دورہ ترجمہ قرآن جو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں ریکارڈ ہوا تھا' اس میں شمولیت کے لیے میرے وہی کزن مجھے وہاں لے جاتے تھے جس کے بعد میرا ذہن بننا شروع ہوا۔ پھر 1998ء میں ہی کراچی میں سالانہ اجتماع ہوا جہاں میں روزانہ جاتا تھا اور اجتماع کی تقاریر سنتا تھا۔ اس اجتماع میں تیسرے دن بیعت کا اعلان ہو گیا تو میں نے وہاں بیعت کر لی۔ الحمد للہ رب العالمین! مختصراً یہ کہ بانی تنظیم کی شخصیت اور ان کے دروس قرآن سے ذہن سازی ہوئی۔ سچی بات یہ ہے کہ جب بیعت کی تو اس کے بعد تقاضے کھلتے چلے گئے۔

سوال: آپ تنظیم اسلامی میں کن کن عہدوں پر فائز رہے؟

شجاع الدین شیخ: تنظیم میں شمولیت کے بعد ہر رفیق مبتدی ہوتا ہے، پھر کچھ مراحل طے کرنے کے بعد وہ ملتزم قرار پاتا ہے۔ چنانچہ ملتزم رفقاء ہی کو ذمہ داریاں دی جاتی ہیں۔ تنظیم میں شمولیت کے کچھ مہینوں بعد میں ملتزم قرار دے دیا گیا تھا۔ پھر نقیب اُسرہ کی ذمہ داری دی گئی، پھر کچھ عرصہ بعد مقامی تنظیم کے امیر کے طور پر فرائض سرانجام دیے۔ اس کے بعد ناظم حلقہ اور پھر امیر حلقہ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ پھر ساتھ ساتھ شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے بھی ذمہ داری نبھائی۔ آخر میں تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبہ تربیت کے نائب ناظم کے عہدے پر فائز رہا۔

سوال: جن لوگوں نے شجاع الدین شیخ صاحب کے حق میں رائے نہیں دی کیا وہ تنظیم میں رہیں گے؟

اعجاز لطیف: اراکین شوریٰ میں سے 82 لوگوں نے اپنی رائے دی جن میں سے 81 لوگوں نے نئے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رفقائے تنظیم کی commitment مشن کے ساتھ ہے۔ دستور کے مطابق اب تنظیم کا رفیق وہی ہو گا جو نئے امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ اس حوالے سے ترتیب یہ ہے کہ وہاں پر موجود اراکین شوریٰ سے فوری بیعت کرنے کا تقاضا تھا۔ جو اراکین شوریٰ موجود نہیں تھے وہ سات دن کے اندر اندر بیعت کریں گے۔ جو رفقاء ذمہ داریوں پر فائز ہیں ان سے ایک مہینے کے اندر بیعت کرنے کا تقاضا ہے۔ ملتزم رفقاء کو دو مہینے کا وقت ہے جبکہ مبتدی رفقاء کو تین مہینے کا وقت ہے۔ بہرحال اصل بات یہی ہے کہ ہماری commitment اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ ہے، تنظیم کے مشن کے ساتھ ہے اور یہ جدوجہد اپنی اخروی نجات کے لیے کرنی ہے۔ بانی تنظیم نے کبھی بھی شخصیت پرستی کو پروموٹ نہیں کیا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ میرے کہنے پر کچھ نہ کرو بلکہ خود سے مطالعہ کرو اور پھر یقین ہو جائے تو عمل کرو اور یہی چیز ہمیں رسول ﷺ کی سیرت اور صحابہؓ کی سیرت سے ملتی ہے۔ قرآن مجید میں تو یہاں تک کہہ دیا گیا کہ:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ﴾

''محمد (ﷺ) اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا قتل کر دیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟'' (آل عمران:144)

یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری جدوجہد کا مقصد اللہ کی رضا اور اُخروی کامیابی ہونا چاہیے۔

سوال: آپ کا مزاج کیسا ہے اور آپ تنظیم کو کن ترجیحات پر آگے لے کر جائیں گے؟

شجاع الدین شیخ: اگر دیکھا جائے تو بانی تنظیم اور سابق امیر تنظیم کا مزاج ہمارے لیے بہت بڑی مثالیں ہیں۔ ان کو سامنے رکھوں تو یہ میں اپنے اوپر بہت بھاری ذمہ داری محسوس کرتا ہوں۔ اللہ کا احسان ہے کہ میرے مزاج میں اعتدال ہے۔ لیکن ہم بھی انسان ہیں اور انسان ہونے کے ناطے کبھی غصے کا آ جانا ایک فطری بات ہے۔ میں اس حوالے سے اپنی کوئی بڑائی نہیں کرتا لیکن بانی تنظیم، سابق امیر تنظیم اور اکابرین تنظیم کی تربیت کی بدولت میرے مزاج میں صبر وتحمل موجود ہے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اس تناظر میں کہ جس مزاج میں تحمل بھی ہو، صبر بھی ہو، برداشت بھی ہو، ایثار بھی ہو، دوسروں کو ساتھ لے کر چلنے والی بات ہو، ساتھ جوڑے رکھنے والی بات بھی ہو تو یہ بہت بھاری ذمہ داری کا معاملہ ہے۔

سوال: رفقائے تنظیم کے لیے آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

شجاع الدین شیخ: میں اپنے پیغام میں دو حوالوں سے بات کروں گا۔ ایک میری ذات کے حوالے سے اور دوسری اجتماعیت کے حوالے سے۔ یہ تو مجبوری ہے کہ کسی ایک کو امیر تنظیم ہونا ہو گا، جیسے یہ ایک مجبوری ہے کہ کسی خاص علاقے میں ایک حلقہ ہو گا تو اس کا ایک امیر ہو گا۔ باقی ہم سب اللہ کی رضا کی خاطر تنظیم اسلامی میں شامل ہوئے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ مشورے کے نتیجے میں ہوا اسی میں برکت ہے۔ بس دعا کی التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ اخلاص بھی عطا فرمائے، اپنی نصرت اور تائید بھی عطا فرمائے اور ہر شر کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ جہاں تک اجتماعیت کا معاملہ ہے تو بانی تنظیم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے برعظیم پاک وہند کی چار سو سالہ تاریخ میں احیائے دین کی کوششوں کا جو ایک تسلسل ہے وہ آج ایک بھاری امانت کے طور پر ہمارے کندھوں پر ہے۔ ان کی فکر ہمارے پاس ہے، ان کا رول ہمارے پاس ہے، ان کا جوش، ولولہ اور سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔ پھر سابقہ امیر تنظیم کی جدوجہد، محنت اور کوشش بھی ہمارے سامنے ہے، جس طرح انہوں نے اپنے آپ کو اس مقصد میں کھپایا اس کے تناظر میں اب یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اسی لگن اور جذبے کے ساتھ اس جدوجہد کو جاری رکھیں۔

1. ہمارا نصب العین صرف اور صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کا حصول ہے!
2. ہماری اجتماعی جدوجہد کا ہدف اور مقصود اللہ کے دین کو بہ تمام وکمال ایک مکمل نظامِ اجتماعی کی شکل میں نافذ کرنا ہے اور یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی ہدف ہے!
3. ہماری دعوت کا مرکز ومحور قرآن ہے!
4. ہمارا طریق تربیت وتزکیہ بھی ''خانقاہی'' نہیں، انقلابی یعنی نبوی طریقِ تزکیہ پر مبنی ہے!
5. ہماری تنظیم کی اساس ''بیعتِ سمع وطاعت فی المعروف'' پر قائم ہے! اور
6. ہمارا منہج سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ومستنبط ہے!!

یہ وہ بنیادی اصول ہیں جن کا بانی تنظیم نے ہمیں درس دیا اور سابق امیر تنظیم نے ان کی مستقل پاسداری کی ایک مثال قائم کی ہے۔ یہی ہماری اجتماعیت کے لیے پیغام ہے کہ ان اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اور نظم کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ہمیں اپنی دینی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا ایک اہم دور میں داخل ہوچکی ہے، جس کے بارے میں نبی صادق ﷺ ہمیں بہت کچھ بتا پڑھا چکے۔ کورونا اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ دنیائے کفر (یہود ونصاریٰ) احوال دنیا کو احادیث کے تناظر میں دیکھتے ہوئے اپنے پروگرام آگے بڑھا رہی ہے۔ مسلمان کو مصروف رکھنے کو ٹوئٹر، انسٹاگرام، رنگ برنگ برق رفتار سوشل میڈیائی مصروفیات دے رکھی ہیں۔ نوجوان نسل نظامہائے تعلیم کے ذریعے قرآن حدیث سے بے نیاز، بیگانہ کی جا چکی۔ گلوبل چودھری کورونا کے ہلاکت خیز بحران کے بیچوں بیچ بھی پوری تندہی سے مسلم دنیا میں اپنے اہداف پر کام کر رہا ہے۔ کورونا بارے امریکی اعلیٰ ترین تحقیقاتی رپورٹیں، سروے مکمل کر کے یہ بیان اقراری دے چکی ہیں کہ کورونا نہ کسی لیبارٹری اور نہ ہی کسی انسان (سائنس دان) کی کارفرمائی سے وجود میں آیا ہے اور ہم یہ بھی سمجھنے سے قاصر رہے ہیں کہ یہ کب، کہاں، کیسے حملہ آور ہوگا۔ ہماری سبھی تھیوریاں فیل ہوگئی ہیں۔ ایک اقرارِ شکست دوحہ طالبان مذاکرات کی میز پر ہوا تھا، سیاسی عسکری ٹیکنالوجی کی سطح پر۔ دوسرا اقرارِ شکست طبی سائنس کی تحقیقی، ریسرچی میز پر ہوا ہے! لاغالب الا اللہ! لا الہ الا اللہ! تاہم جیسے ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے یہودی باپ نے یہودی چچا سے (نبی کریم ﷺ کو بحیثیت نبی ورسول پہچان لینے کے باوجود) پورے عزم سے کہا تھا: جب تک جان میں جان ہے اللہ کی قسم! اس دشمن سے عداوت رکھوں گا۔ سوحق کو سر کی آنکھوں سے دیکھ پہچان کر اسے جھٹلانے، نیچا دکھانے کی دیوانگی آج بھی دجالیوں کی ہٹ دھرمی ہے۔

سفید فام دنیا کو کورونا نے ننگی کا ناچ نچایا ہے۔ امریکا ہدف اول رہا وبا کا، سب سے زیادہ متاثرین اور ہلاکتوں کے ساتھ۔ سیاہ فام آبادی کی آہ بھی اسے جا لگی ہے مزید۔ 'میں سانس نہیں لے سکتا تحریک' نے گورے آقاؤں کو حبس دم میں مبتلا کر دیا۔ وہ بھی یہی کہتا ہے وینٹی لیٹر کی تلاش میں مرتا ہوا: 'میں سانس نہیں لے سکتا'۔ امریکی یورپی جبر وظلم کی طویل تاریخ کے تناظر میں ہم اسلام کی آفاقیت، رنگ ونسل کے جھگڑوں سے ماورا، افضلیت کا معیار خدا خوفی قرار دینے والی رہنمائی دیکھتے ہیں۔ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی نبی مکرم ﷺ اور صحابہؓ کے ہاں محبوبیت دیکھتے ہیں۔ پھر ایسے ہی حبشہ سے آنے والے ایک سیاہ فام شخص کی نبی کریم ﷺ سے گفتگو پڑھتے ہیں۔

یہ تعلیمات انسانیت کے تن ہمہ داغ داغ وجود کے لیے آج مرہم اور سکینت کا سامان رکھتی ہیں۔ ضرورت ہے دنیا کو استحصالی جتھوں اور فراعنہ اور ان کے آلہ کار قارونوں سے نجات دلانے کی۔ اس حبشی نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ لوگ نبوت سے نوازے گئے۔ آپ کو اللہ نے اچھا رنگ عطا کیا۔ مجھے بتائیں اگر میں آپؐ کی طرح ایمان لاؤں اور عمل کروں تو کیا میں جنت میں آپؐ کے ساتھ رہوں گا؟ آپؐ نے کلمے کے اقرار پر اسے جنت میں ساتھ کی یقین دہانی کروائی۔ اس کے بعد سورۃ الدھر میں ناشکروں کے برے انجام اور اہل جنت کے انعامات والی آیات کی تلاوت فرمائی۔ یہ سن کر حبشی آدمی نے کہا 'اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح آپؐ جنت کی نعمتوں کو دیکھ رہے ہیں کیا میری آنکھ بھی جنت کی ان نعمتوں کو دیکھے گی جو اس سورت میں مذکور ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! یہ سن کر حبشی رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی ﷺ نے اپنے ہاتھوں اسے قبر میں اتارا۔ (الترغیب والترہیب بحوالہ طبرانی)

دنیا اور اس کے تسلسل میں زندگی بعد موت اور اسلام کی نفس انسانی کی تہذیب وتربیت کا یہ عالمی حیات بخش نظام! اسی سے کفر لرزاں ہے۔ کورونا کو بہانہ بنا کر بالکل ابتدا ہی سے، احتیاطی تدابیر سے بڑھ کر ہدف حرمین شریفین اور دنیا بھر کی مساجد کی ویرانی بنی۔ سعودی عرب میں (مغرب کے مقابلے میں) کورونا اثرات ابھی معمولی تھے کہ خانہ کعبہ کے گرد آمد مہدی کے خوف سے دیوار کھڑی کر دی۔ سماجی فاصلے کا سب سے بڑا تہلکہ نماز باجماعت اور صف بستگی پر کھڑا کیا، مچایا۔ مسلمانوں کے ملک اجاڑنے، میزائلوں بموں کی نوک پر رکھنے والے امریکا کو یکا یک مسلمانوں کی صحت وزندگی اتنی عزیز ہوگئی کہ اپنے ہاں لاشوں کے ڈھیر لگا تا کورونا بھی بھول گئے! سیدنا مہدی کی آمد کے آثار نمایاں ہونے پر جہاں ایک طرف مبارک سرزمین کو اخلاقی آلائشوں کی نذر کرنے کے لگاتار اہتمام کیے جاتے رہے، وہاں رمضان کی تراویح، عیدین کی نمازوں، ذوالحج کے عشرۂ مبارک کو روکنے بے روح، بے رنگ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مسلم دنیا میں سبھی نے بالعموم اور ہمارے حکمرانوں نے بالخصوص، مساجد، عبادات، قربانی کے حوالے سے کورونا دہائی مچائے رکھی۔

دوسری جانب حج (محدود ترین، منتشر ترین) عشرے میں ایک خبر نکلی اور اہل ایمان کو چرکے لگا گئی۔ عالمی سپر ماڈل فاحشات کو المدینہ صوبے کے تاریخی مقام العلاء میں اوباش فوٹو شوٹ کی اجازت دی گئی۔ (جنوری 2020ء) امریکی حیا باختہ فیشن میگزین 'دی ووگ' کے عرب ایڈیشن 'ووگ عربیا' کے لیے۔ 'العلاء میں 24 گھنٹے' کے عنوان سے یہ فاحشات تنگ برہنہ فحش ترین حلیوں میں دکھائی گئیں۔ (مدینہ منورہ سے 300 کلومیٹر کے فاصلے پر) سیاحت کے فروغ، پالش اپ ہونے، معاشی اور سماجی معاشرتی اصلاحات کے لیے! پاکیزہ حج سیاحت کا گلا گھونٹا گیا۔ رمضان کے عمرے سے بابرکت معاشی خوشحالی کی جگہ فحش کارانہ اہتماموں کی آلودگی بھری معیشت کا اہتمام! امت کے اپنے اعمال کی سزا ہے۔ حرم کو سیلفیوں کی نذر کر دیا تھا۔ ناچتی مٹکتی موسیقی بھری رنگ ٹونز سے رحمت کے فرشتوں سے صحن کعبہ خالی کروانے والی قرآن وحدیث، احکام شریعت سے نابلد، بے بہرہ نسلیں! جاؤ گھر بیٹھو، ڈرامے دیکھو، اداکاروں، ماڈلوں کو دیکھ دیکھ کر جینے والوں، انہی سے شاندار تاریخ کا مثلہ کروا کر رمضان کی راتیں گنوانے والوں سے حرم خالی ہوگیا!

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں!

جاؤ کورونا مناؤ۔ وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے۔ رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے! ایسے میں دکھی دلوں کی مرہم: یشف صدور قوم مومنین۔ اہل ایمان کے دلوں کو ٹھنڈک

دینے والے مناظر سلطان محمد فاتحؒ کے دیس سے میسر آئے! ہم گوردوارے مندر بنا رہے تھے، اردوان نے حرم کے بند دروازوں اور مندر پرستیوں کے زخموں پر مرہم رکھ دی۔ یورپ بھر سے حق کی سربلندی کی پیاس لیے اہل ایمان آیا صوفیا کی نماز جمعہ میں شرکت کے لیے آئے۔ خطبے کے لیے تلوار ٹیکتے منبر پر چڑھتے خلافت عثمانیہ کے وارث کو دیکھ کر لبرل فاشسٹوں، دنیائے کفر کو آگ لگ گئی۔ خلافت اور تلوار ان کے لیے ایٹم بم سے زیادہ خوفناک ہے۔ ہم نے تو گوردوارے کے لیے خصوصی سکھ مذہبی کرپان بنا کر تحفہ دیا تھا (وہی کرپان جس کی نوک پر 1947ء میں ہمارے بچے اچھالے اور حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک ہوئے تھے۔) تاریخ پڑھانی چھوڑ کر آرٹ، موسیقی اور فیشن ڈیزائننگ پڑھا کر نسل پال رہے ہیں۔ یہاں قیادتیں سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص پر اٹکتی ہیں۔ ترک قیادت پوری کابینہ کے ہمراہ سربسجود اور عمدہ تلاوت کر رہی ہے۔ بمشکل تمام اتاترکیت سے بحال ہونے والے اسلام کا دامن تھام رہے ہیں اور ہم اسلام کے نام پر وجود پانے ملک کی خونچکاں شہ رگ کشمیر کے لیے ناچ گا بجا کر اظہار یکجہتی کر رہے ہیں۔ دومنٹ کی خاموشی اختیار کر رہے ہیں۔ (حالانکہ ہم تو 20 سال سے خاموش ہیں!) تاہم یہ غنیمت ہے کہ بیس سالہ خاموشی اب صرف دومنٹ کی خاموشی تک آ گئی۔ سفارتی سطح پر کچھ پیش رفت، بیاناتی للکاریں اور علی گیلانی کو نشانِ پاکستان دیا جانا کشمیریوں کے کچھ آنسو پونچھ دے گا مگر علامتی اقدامات کو اتنا مضحکہ خیز نہ بنائیں کہ پنجاب کے تمام اضلاع میں ایک سڑک کا نام سری نگر روڈ رکھ دیا جائے، وزیر اعلیٰ کا حکم نامہ جاری ہوا ہے! لمبے کشمیر کے جھنڈے، ہاتھوں کی زنجیر، نقشے میں مکمل کشمیر، سری نگر روڈز! عبدالقدیر خان بلاوجہ جھک مارتے رہے؟ فتح کشمیر اگر درج بالا اقدامات، نیز فلموں، گانوں سے ممکن تھی تو واقعی مشرف نے ٹھیک ہی معافی ٹیلی ویژن پر قوم سے منگوائی تھی ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے! ان اقدامات سے ہینگ لگی نہ پھٹکری اور اخبار و میڈیا پر رنگ خوب چوکھا رہا۔ جہاد دنیا میں ممنوع ہے سو یہی مسئلہ کشمیر کا حل ہے۔ اس سے زیادہ کے ہم اہل ہی نہیں!

مدرسہ ڈسکورسز، مغرب سے مرعوبیت اور ذہنی غلامی میں غوطے کھاتے، فائیو اسٹار ہوٹلوں کے سیمیناروں سے کشید کیے فلسفوں کا زہر مدارس میں پھیلانے کے درپے ہیں۔ کفر کی زوال پذیر، ڈوبتی نبضوں والی تہذیب (بلکہ بدترین اسفل بدتہذیبی) کو 'غالب تہذیب' کے عنوان سے سجا سنوار کر پیش کر رہے ہیں۔ وہی ترقی جو کل امان اللہ اور اتاترک نے ہیٹ اور پینٹ کوٹ میں تلاش کی، ملکہ ثریا کے برہنہ بازو اور کٹے بال کھلے سر میں پانا چاہی۔ (جو ترکی اور افغانستان دونوں میں اپنے انجام کو پہنچی۔) انگریزی زبان اور گوروں کی یونیورسٹیوں سے مدارس کے لڑکوں کو استفادے کی تلقین کر کے غلبۂ اسلام کے سبز باغ سجھائے جا رہے ہیں۔ غلبۂ اسلام سیدنا عمرؓ تا خلافت عثمانیہ، قرآن اور جہاد سے تھا جس سے آج خود مسلمان گریزاں، صرف ڈراما بازی چاہتا ہے! مغربی تہذیب (خود ان کی اپنی اصطلاحات کے مطابق امپیریلزم، نیو امپیریلزم) دنیا بھر میں قتل و غارت، لوٹ مار، استحصال پر اٹھائی گئی ہے۔ ایسی دانشوری اور فلسفوں سے اللہ اہل ایمان کو محفوظ رکھے، آمین! زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی،
عقب (Admor) ایڈمور پٹرول پمپ نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول،
پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور'' میں

21/23 اگست 2020ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء و معاونین اس پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 091-2262902/0334-8937739

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-(042)35473375

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''دفتر تنظیم اسلامی بلوچستان 370-2/12-2 بالائی منزل بالمقابل کوالٹی سویٹس،
منان چوک، شاہراہ اقبال، کوئٹہ'' میں

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

04 تا 06 ستمبر 2020ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے،
زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء و معاونین اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 081-2842969 ، 0346-8300216

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-(042)35473375

غلبۂ دین کی جدوجہد کے تقاضے

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

غلبۂ دین کے لیے جدوجہد کرنے والی انقلابی جماعت کے لیے چند تقاضوں پر پورا اترنا ضروری ہے۔ یہ تقاضے درج ذیل ہیں:

(1) غلبۂ دین کی جدوجہد کا پہلا تقاضا ایمان ہے۔ یوں تو ہم سب مسلمان ہیں کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہم سب اسلام کے پیروکار ہیں' اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ کلمہ شہادت' نماز' روزہ اور زکوٰۃ۔ جو شخص ان باتوں کو مانتا ہے اور ان میں سے کچھ پر عمل پیرا بھی ہے' وہ مسلمان ہے۔ آپ اس سے مسلمانوں کا سا معاملہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً آپ اپنی بیٹی کو اس کے نکاح میں دے سکتے ہیں۔ اس کی بیٹی کو اپنے بیٹے کے عقد میں لا سکتے ہیں۔

ایمان کی اصطلاح اس سے ذرا مختلف ہے۔ ایمان (حقیقی) دل میں پختہ یقین کا نام ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ قرآن حکیم ہے۔ بشرطیکہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے۔

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

اگر آپ قرآن کی زبان عربی سے واقف ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ قرآن کو اپنی آنکھوں سے پڑھ رہے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے' بلکہ آپ قرآن کا ترجمہ پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مترجم کی آنکھ سے پڑھ رہے ہیں۔ اس سے آپ کو معلومات تو حاصل ہو جائیں گی' مگر کماحقہٗ جذبہ بیدار نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ سیکنڈ ہینڈ نالج ہے۔ جو بالعموم انسان کو Inspire نہیں کرتا Living faith تو قرآن مجید کی زبان کو سمجھ کر پڑھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

اسلام کے ارکان پانچ ہیں لیکن جب ایمان کی بات ہوگی تو ان میں دو کا اضافہ ہو جائے گا۔ ایک دل میں پختہ یقین اور دوسرا غلبۂ دین کے لیے جدوجہد۔ اسی کا نام ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد ایمان کا تقاضا ہے۔ جہاد ہے تو ایمان ہے' جہاد نہیں تو ایمان نہیں۔ غلبۂ دین کی یہ جدوجہد فرض ہے۔ بندۂ مومن اگر اللہ کا وفادار ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اس کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کرے۔ اگر اس جدوجہد میں شریک نہیں تو اللہ کا وفادار کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو حقیقت میں غدار اور باطل کا ساتھی ہے۔ اگر آپ اللہ کے ساتھ نہیں ہیں تو دراصل کفر کے ساتھی ہیں۔

(2) اقامت دین دوسرا تقاضا منظم جماعت ہے۔ دین کے غلبے کی جدوجہد اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ آپ دین کے کئی کام بغیر جماعت کے کر سکتے ہیں' مثلاً مدرسہ بنا سکتے ہیں' دارالاشاعت کھول سکتے ہیں' لیکن دین کا غلبہ اور دین کو ایک نظام کی حیثیت سے قائم کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس کے لیے جماعت ضروری ہے۔

اس جماعت کا واضح طور پر ہدف نظام کی تبدیلی ہونا چاہئے۔

انقلابی جماعت کا یہ وہ ہدف ہے جس سے باطل لرزاں ہوتا ہے۔ ورنہ کسی جماعت کے پلیٹ فارم سے انفرادی اصلاح کی کوششوں' نماز روزہ کی تلقین اور پرچارک سے باطل کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ امریکی صدر بش کا یہ کہنا' کہ ہماری جنگ اسلام سے نہیں ہے' اس اعتبار سے صد فیصد درست ہے کہ اس اسلام سے مراد وہ تصورِ اسلام ہے جو نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کا مجموعہ ہے۔ یہاں تک کہ امریکی صدر ہر سال بذات خود مسلمانوں کو وائٹ ہاؤس کے اندر افطاری کی دعوت دیتے ہیں۔ اس قسم کے مذہب سے انہیں کوئی دشمنی نہیں۔ ان کی عداوت دین کے نظام عدل اجتماعی سے ہے۔ یہ نظام انہیں ہرگز برداشت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اب برملا کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ایسے انقلابی اسلام کو ختم کرنا ہے۔ وہ کھل کر کہہ رہے ہیں کہ مسلمان چار قسم کے ہیں' جن میں بعض تو ہمارے لیے بے ضرر ہیں اور بعض ہمارے کھلے دشمن ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ پہلی قسم بنیاد پرست (Fundamentalists) مسلمانوں کی ہے۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو اسلام کو ایک مکمل نظام زندگی سمجھتے ہیں۔ یہ ہمارے دشمن ہیں' ہماری تہذیب تمدن کے مخالف ہیں' ہمارے نظام زندگی کے خلاف ہیں' لہٰذا انہیں ہم نے بہرصورت ختم کرنا ہے۔

دوسرے روایت پسند (Traditionalists) ہیں' جو نماز' روزہ اور مراسم عبودیت میں مگن ہیں۔ یہ فی نفسہٖ ہمارے لیے کوئی چیلنج نہیں' البتہ اگر یہ بنیاد پرستوں کے ساتھ مل جائیں تو بہت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں کا مساجد کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا ان پر نگاہ رکھنی بھی ضروری ہے۔ ان کو کنٹرول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں اختلافی مسائل میں الجھائے رکھو۔ ان کے مابین نور و بشر کا جھگڑا' علم غیب کی بحث اور رفع الیدین کا نزاع پیدا کرو' تاکہ اسلام کے حرکی تصور تک ان کی رسائی نہ ہونے پائے۔

تیسرے تجدد پسند (Modernists) مسلمان ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو من مانی تعبیرات کے ذریعے اسلام کو جدید رنگ میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ یہ ہمارے ایجنٹ ہیں۔ ان کی خوب مدد کرو' انہیں سپورٹ کرو' ان کے ساتھ مالی تعاون بھی کرو' اور انہیں الیکٹرانک میڈیا پر بھی نمایاں کرو۔ ٹی وی کے ذریعے ان کے خیالات عوام تک پہنچاؤ۔

مسلمانوں کی چوتھی قسم Secularists ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کو نجی معاملہ سمجھتے ہیں اور ریاست کے معاملات میں اس کے عمل دخل کے یکسر خلاف ہیں۔ یہ لوگ ہمارے لیے بہت اہم ہیں' کیونکہ یہ ہمارے ہی مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔

(3) غلبہ دین کے لیے جدوجہد کرنے والی جماعت کا تیسرا تقاضا یہ ہے' کہ وہ منظم ہو۔ اس میں ڈسپلن ہونا چاہیے۔ اس کے ممبران کی اس نہج پر تربیت ہو کہ وہ اپنے قائد کی ایک آواز پر لبیک کہیں۔ جب آگے بڑھنے کا حکم دیا جائے تو خطرات و نتائج سے بے پروا ہو کر آگے بڑھیں اور رُک جانے کا کہا جائے تو فوراً رک جائیں' چاہے لوگ ان پر ہنسیں۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے جماعت کا منظم ہونا ضروری ہے۔ غیر منظم ہجوم کے ذریعے ہنگامہ تو کھڑا کیا جا سکتا ہے' مگر اجتماعی سطح پر کوئی انقلابی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔

(4) چوتھا اور اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ اس جماعت کا طریقہ کار سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ ہونا چاہئے۔ انسانی تاریخ میں اگرچہ بہت سے انبیاء و رسل آئے لیکن ان کے ذریعے اجتماعی سطح پر انقلاب برپا نہیں ہوا۔ یہ کام صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے ہوا۔ آپ ﷺ نے تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا

کیا۔ اپنے ہی نہیں بیگانے بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔
آپؐ نے اس انقلاب کے لیے جو لائحہ عمل اختیار کیا اور مراحل اور مدارج طے کیے' اسلامی انقلاب کے لیے کام کرنے والی جماعت کو اسی طریقہ کار پر کاربند ہونا چاہیے۔ (نبی اکرم ﷺ کے طریقہ انقلاب کے لیے ڈاکٹر صاحب کی کتاب "منہج انقلاب نبویؐ" میں مفصل بحث کی گئی ہے)۔

(5) آخری تقاضا یہ ہے کہ اس جماعت کی قیادت کو کردار و عمل کے معیار پر پورا اُترنا چاہیے۔ وہ اپنے مشن میں مخلص ہو۔ ایسا نہ ہو کہ دین کے نام پر دنیا داری ہو رہی ہو۔ اسلام کے پردے میں دنیاوی کاروبار ہو رہا ہو' بڑی بڑی جائیدادیں بنائی جا رہی ہوں' وغیرہ۔

غلبہ دین کی جدوجہد کے فریضے کی ادائیگی کے لیے اگر آپ کسی دینی جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو اِن چار باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جماعت کا انتخاب کرنا ہوگا۔ یہ چار چیزیں اگر آپ کو کسی جماعت میں نظر آئیں تو اس میں شامل ہونا فرض ہے۔ مگر افسوس کہ ہم اس فرض کو بھلائے بیٹھے ہیں۔ ☆☆

جدید تعلیم یافتہ حضرات و خواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

جاری کردہ: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

رجوع الی القرآن کورس

(دورانیہ ۹ ماہ)

عرصہ 38 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

مضامینِ تدریس

پارٹ ۱ (سالِ اوّل) برائے مرد و خواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرائمر (صرف و نحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری و لغوی توضیحات)
- دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی
- سیرت و شمائل النبی ﷺ
- مطالعہِ حدیث و اصطلاحاتِ حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیاتِ اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ ۲ (سال دوم) برائے مرد حضرات

- عربی زبان و ادب
- اصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

آغازِ تدریس: 15 ستمبر سے (اِن شاءاللہ)
10 اگست 2020ء سے رجسٹریشن کا آغاز ہو چکا ہے۔

ایام تدریس پیر تا جمعہ

نوٹ: بیرونِ لاہور رہائشی حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر موجود ہے۔

اوقات تدریس: صبح 8 بجے تا 12:30

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز —— قرآن اکیڈمی
K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
email:irts@tanzeem.org
www.tanzeem.org

زیر انتظام مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ) —— مزید تفصیلات کے لئے www.tanzeem.org
03161466611 - 04235869501-3

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں مقیم پنجابی اسپیکنگ فیملی کو اپنی عالمہ بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایف ایس سی، ایل ایچ وی، امور خانہ داری میں ماہر، خوش اخلاق، نماز روزہ کی پابند کے لیے دینی مزاج رکھنے والی فیملی سے باروزگار، ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0305-5723003
0303-2050189

☆ ممبر انجمن خدام القرآن، ملتان کو اپنے بیٹے، حافظ قرآن، عمر 26 سال، بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر، ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب، قد 5 فٹ 7 انچ کے لیے دینی گھرانے سے نیک سیرت، خوبصورت ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ملتان اور قرب و جوار والے قابل ترجیح ہوں گے۔ برائے رابطہ: 0301-7880603

☆ وزیر آباد کی رہائشی آرائیں فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، تعلیم بی اے، ایل ایل بی، عمر 25 سال کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ عالمہ، ڈاکٹر کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0300-9627033

☆ وزیر آباد کی رہائشی مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 20 سال، تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4053321

☆ کراچی رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو بیٹی، عمر 20 سال، دراز قد، تعلیم BS کمپیوٹر سائنس (جاری) کے لیے کراچی کے رہائشی، پڑھے لکھے، نیک، شریف، برسر روزگار، دین دار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

والدین رابطہ کریں: 0321-2289918

☆ بیٹی، عمر 36 سال، تعلیم بی اے، دینی مزاج کی حامل باپردہ، مطلقہ، دو بچے (ساڑھے 6 سال اور ساڑھے 4 سال) کے لیے دینی مزاج، برسر روزگار اور پڑھے لکھے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ جو دونوں بچوں کو بخوشی قبول کرنے کو تیار ہو۔ لاہور سے شرعی پردے کی حامل فیملی کا رشتہ قابل ترجیح ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4338670

☆ بیٹا، عمر 26 سال، تعلیم ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس، کے لیے دینی مزاج کی حامل، شرعی پردہ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4338670

موسیقی

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

کسی بھی بیماری کا خطرناک اور آخری درجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی بیمار شخص بیماری کو بیماری نہ سمجھے۔ اسی طرح گناہ کا آخری اور مہلک درجہ یہ ہے کہ انسان گناہ تو کرے لیکن گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے بلکہ اُلٹا اس پر فخر کرے۔

ہمارے ہاں آج کل بعض اپ ٹو ڈیٹ اور جدت پسند طبقے موسیقی اور رقص وسرور کو گناہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ اسے فنِ لطیف، آرٹ، ثقافت اور روح کی غذا اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔

جبکہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لوگ محصولِ مملکت کو اپنی دولت بنالیں اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھیں گے اور غیر دین کے لیے علم پڑھیں گے اور آدمی اپنی بیوی کا کہنا مانے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست کو آرام پہنچائے گا اور اپنے باپ کو ستائے گا اور لوگ مسجدوں میں شور مچائیں گے اور خاندان کا سردار فاسق شخص ہوگا اور قوم کا رئیس ایک رذیل آدمی ہوگا اور انسان کے شر فساد سے ڈر کر لوگ اس کی تعظیم کریں گے اور گانے بجانے والیاں اور گانے بجانے کی چیزیں عام طور پر ظاہر ہوں گی اور شرابیں پی جائیں گی اور اس امت کے پچھلے لوگ اپنے پہلے والوں پر لعنت بھیجیں گے، اس حالت میں لوگ منتظر رہیں کہ ایک سرخ آندھی اٹھے گی، زلزلہ آئے گا، خسف واقع ہوگا، صورتیں مسخ ہو جائیں گی، آسمان سے پتھر برسیں گے اور ان کے علاوہ دیگر علامتیں بھی پے درپے ظاہر ہوں گی، جس طرح کسی ہار کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو موتی لگاتار گرتے چلے جاتے ہیں۔

اپنے گرد وپیش پر نظر ڈالیے اور دیکھئے کہ ان علامتوں میں سے کون سی علامت ہے جو ہمارے معاشرے میں نہیں پائی جاتی۔ کیا حکمرانوں نے عوام کے محصولات کو ذاتی جاگیر نہیں سمجھ رکھا ہے؟

کیا والدین کو ستایا نہیں جارہا؟

کیا قوم کے بدترین افراد لیڈر اور رہنما بنے ہوئے نہیں ہیں؟

کیا زکوٰۃ کو تاوان اور ٹیکس نہیں سمجھا جارہا ہے؟

کیا ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، سینما اور انٹرنیٹ کے ذریعے گانے بجانے کو عام نہیں کر دیا گیا؟

کیا گھر گھر میں رقص وسرور کی محفلیں برپا نہیں کی جارہی ہیں؟

علامتیں تو پوری ہو چکی ہیں، اب عذاب کا انتظار کیجئے، بلکہ انتظار کیا معنی، عذابوں میں تو ہم مبتلا ہیں، بلاؤں اور آفتوں کا تو ہم شکار ہیں۔

کیا ظالم اور فاسق حکمران اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں؟

کیا بین الاقوامی تحقیر وتذلیل عذاب نہیں؟

کیا باہمی قتل وقتال اور نفاق وافتراق عذاب نہیں؟

کیا عدم تحفظ اور خوف وڈر عذاب نہیں؟

کیا خون انسانی کی ارزانی عذاب نہیں؟

کیا دلوں کا اضطراب اور روحوں کی بے چینی عذاب نہیں؟

کیا یہ زلزلہ، یہ دھماکے، یہ سیلاب، یہ ایکسیڈنٹ اور یہ جنگیں عذاب نہیں؟

یہ سب بلائیں اور مصیبتیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن ہمیں توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی بلکہ ہم رات دن گانے بجانے اور لہو ولعب میں لگے ہوئے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے کبھی تو یوں فرمایا کہ گانے والوں کی نماز قبول نہیں، کبھی یہ فرمایا کہ جو کسی گانا گانے والے کا گانا سنے گا قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا، کبھی فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرگیا کہ اس کے پاس گانے والی ہو اس کی نماز جنازہ مت پڑھو، کبھی فرمایا کہ گانا، باجا سننا معصیت ہے، اس کے لیے بیٹھنا فسق ہے، اس سے لطف اندوزی کفر ہے۔

افسوس ہے کہ مسلمان یورپ کی تقلید میں اندھے راستوں پر بگٹٹ بھاگا جارہا ہے، یورپ سے اٹھنے والی ہر برائی کو آسمانی تحفہ سمجھ کر قبول کرلیا جاتا ہے۔

ہماری یورپ کی اندھی تقلید پر ایک شاعر نے خوب تبصرہ کیا ہے:

طاقِ دل میں چراغ انگریزی
سر کے اندر دماغ انگریزی
چال انگریزی، ڈھال انگریزی
جسم کا بال بال انگریزی
جسم ہندی میں جان انگریزی
منہ کے اندر زبان انگریزی
چھل رہا ہے گلا تو چھل جائے
لہجہ صاحب سے اپنا مل جائے

وقت وقت کی بات ہے کبھی تو غیرت کا یہ عالم تھا کہ قیامِ پاکستان سے قبل مسجد کے سامنے سے کوئی جلوس گاتے ہوئے اور ڈھول بجاتے ہوئے گزر جاتا تو اس پر مسلمان مشتعل ہو جاتے اور غیرت مند نوجوان جان تک دینے سے گریز نہ کرتے، آج مسجدوں کے سائے میں فحش اور عریاں فلمیں چلتی ہیں مگر کسی نوجوان کی غیرت ٹس سے مس نہیں ہوتی۔

پہلے گانے والوں کو میراثی، بھانڈ، کنجر اور ڈوم کہا جاتا تھا اور میراثیوں کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ معزز لوگوں کے ساتھ کسی چارپائی یا کرسی پر بیٹھیں بلکہ انہیں نیچے بیٹھنا پڑتا تھا، آج میراثیوں اور کنجروں کو فنکار اور گلوکار کہا جاتا ہے اور ان کی ایسی آؤ بھگت کی جاتی ہے جو کسی بڑے سے بڑے عالم دین، محدث، مفسر بلکہ کسی وزیر کی بھی نہیں ہوتی۔

ہمارے ملک پاکستان میں اگر ہندوستان کا کوئی مشہور میراثی اور کنجر آجاتی ہے تو پوری قوم نیچے سے لے کر اوپر تک دیدہ ودل فرشِ راہ کر دیتی ہے۔

بہت سے خوفِ خدا سے عاری لوگ بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ جناب! موسیقی تو روح کی غذا ہے، مگر یہ کیسی غذا ہے؟

جسے رسول اللہ ﷺ نے ملعون قرار دیا۔

جس سے نفاق اور قساوت پیدا ہوتی ہے۔

جس کی وجہ سے ذکر وتلاوت اور عبادت و اطاعت کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔

جو مسلمان بیٹیوں کو بے حجاب اور بے حیا بنا دیتی ہے۔

میرے مسلمان ساتھیو!

یہ تو نشہ ہے جسے ہم غذا سمجھ بیٹھے ہیں، اگر بالفرض موسیقی غذا ہے تو جان لیجئے کہ یہ شیطان اور شیطان کے چیلے چانٹوں کی غذا ہے۔

یہ قیصر وکسریٰ اور یہود وہنود کی غذا ہے۔

مسلمان کی روح کی غذا قرآن کی تلاوت ہے۔

مسلمان کی روح کی غذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی حمد وثناء ہے۔

مسلمان کی روح کی غذا نماز اور ذکر واستغفار ہے۔

وہ والدین جو گانے بجانے کا شوق رکھتے ہیں، جو ہر وقت عشقیہ غزلیں اور نغمے سنتے رہتے ہیں انہیں یاد رکھنا

چاہیے کہ ان کی فحاشی اور بے حیائی کا اثر ان کی اولاد پر بھی پڑ سکتا ہے کیونکہ والدین جب نیک ہوں اور خدا سے ڈرنے والے ہوں، عابد، زاہد، نمازی، پرہیزگار ہوں، حلال روزی کمانے والے ہوں، حرام سے بچنے والے ہوں تو پھر اولاد محمد بن قاسم ؒ جیسی ہوتی ہے، طارق بن زیادہ جیسی ہوتی ہے، مجدد الف ثانی ؒ جیسی ہوتی ہے۔

اور جب معاملہ اس کے برعکس ہو، والدین فاسق وفاجر ہوں، حرام کھانے والے ہوں، گانے بجانے کے رسیا ہوں تو پھر اولاد گلوکار اور فنکار بنتی ہے، چور اور ڈاکو بنتی ہے، قاتل اور دیوث بنتی ہے، ظالم اور خونخوار بنتی ہے، نپولین اور ہٹلر بنتی ہے، چنگیز خان اور ہلاکو خان بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے دین کی سچی تڑپ نصیب فرمائے۔ آمین!

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ پنجاب شمالی، النور کالونی کے ملتزم رفیق محبوب ربانی مغل وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی شمالی، نارتھ ناظم آباد کے مبتدی رفیق جناب عبدالحمید وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0321-2060530

☆ حلقہ پنجاب جنوبی خانیوال کے سابقہ امیر جناب رانا انور خان (مرحوم) کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0300-1093333

☆ حلقہ بہاول نگر، چشتیاں کے رفیق محمد مسعود کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0336-632888

☆ مقامی تنظیم چشتیاں کے نقیب جناب حسن محمود کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-6339600

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، میلسی کے منفرد رفیق جناب محمد کامران خالد کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0302-7980636

☆ تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق اور مرکزی انجمن خدام القرآن کے سابق اکاؤنٹنٹ محترم محمد یونس کی بیٹی وفات پا گئیں

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، خانیوال کے امیر جناب محمد الیاس کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0322-7825116

☆ حلقہ سرگودھا شرقی کے ناظم مالیات حافظ عبداللہ کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0301-9723094

☆ حلقہ کراچی وسطی کے آفس اسسٹنٹ جناب عمران حمید کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0331-8065749

☆ حلقہ کراچی شمالی، بلدیہ ٹاؤن کے معتمد عبدالرزاق نیازی کی خالہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0311-0828722

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

تازہ شمارہ
جولائی تا ستمبر 2020ء

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحکم قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین — ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

اس شمارے میں

خداشناس تہذیب کی بازیافت کیسے؟	ڈاکٹر ابصار احمد
مِلاکُ التأویل (۲۲)	ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
اقوالِ امام حسن بصریؒ	محمد رشید ارشد
سماج اور مذہب کا ربط وتعلق	اویس شوکت چیمہ۔ ڈاکٹر محمد امین
یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ (۶)	پروفیسر حافظ احمد یارؒ

افاداتِ حافظ احمد یار ؒ "ترجمہ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح"
اور
محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran
تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 70 روپے
☆ سالانہ زرتعاون: 280 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

کوپن برائے سالانہ خریداری

میں ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں/ چاہتی ہوں، براہ مہربانی مجھے ماہ اگست سے (............) وی پی کی شکل میں درج ذیل پتہ پر ارسال کر دیجیے۔

میری طرف سے سالانہ زرتعاون کی رقم بذریعہ منی آرڈر/ بنک ڈرافٹ ارسال خدمت ہے۔

(ادارہ) رقم ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور
K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتہ پر ارسال کیجیے۔

نام: ....

پتہ: ....

....

On the Single National Curriculum, Islamic Studies Component

Written by: Maryam Sakeenah

Most of the criticism to the Single National Curriculum relates to the Islamic Studies syllabi. There is paranoia about it being 'bloated' and 'overzealous.' This concern stems from the idea that religion and its education are invariably regressive and degenerate. Given our long and morbid history of the political abuse of religion, sectarianism and violence, this is not without grounds. But we will come to that later.

The Western colonial project had deep ideological underpinnings. Post Enlightenment Europe had liberated itself from a degenerate religious orthodoxy after centuries of struggle, hence it emerged as stridently secular. The narrative of religion being essentially regressive, anti intellectual and anti scientific is steeped in the experience of centuries of European history. In the historical experience and cultural consciousness of much of the non Western world, however, this Eurocentric narrative does not hold, at all. It was under the religious state with the Shariah as the law of the land that culture, critical inquiry and scientific development thrived during the Muslim Golden Age in the Middle Ages. This also was the precursor to the Western Renaissance. Elsewhere, such as in Latin America, Protestant Churches and their religious discourse (liberation theology) became the driving force for progressive social change.

Originating from the British colonial masters whose purpose was served well through the systematic marginalization of the madrassah as a centre of enlightenment in pre colonial Indian society, the madrassah and its affiliates have suffered structural exclusion from society. Religious violence involving seminaries and, following the War on Terror coming home, an active campaign of negative stereotyping maligned the Madrassah further. This explains the fears regarding the recruitment of madrassah-qualified religious instructors at schools, and vice versa. Along with a lack of acknowledgement of the positive social contribution of the Madrassah, there is also a lack of understanding of the complex historical, social, economic and political factors that have led to this gradual deterioration of the Madrassah. Consequently, there is no realization of the urgent and pressing need to reverse this process.

How pressing this need is can be gauged from the fact that the school and the Madrassah embody two widely differentiated education systems, set upon a head-on collision course. This creates two ideologically opposed social subcultures which overlap the stratification of the society along the lines of social class. The university graduate possesses the cultural capital that eventually makes him gain access to the avenues of power. On the other hand is the deprived religious seminary graduate whose fewer career prospects and the constant fear of poverty breeds resentment which may easily flare into violence. Including secular learning as a necessary part of the Madrassah system and facilitating the interaction and exchange between the seminary and the school may well work as a means to bridge the gaping divides and begin the healing process for a deeply fractured society.

Memorization is not a skill exclusive to Islamic Studies. Nor does memorization of some

Memorization is not a skill exclusive to Islamic Studies. Nor does memorization of some course contents preclude independent thinking, critical engagement and logical reasoning. It is a necessary tool for gaining knowledge and complements other skills. So many individuals throughout Islam's history, having gone through traditional learning, emerged as the greatest minds spearheading critical reform, discovery and innovation: Ghazali, Ibn Tayimiyyah and Ibn Khaldun immediately come to mind in this regard.

Traditionally, Islamic Studies courses taught at Madrassahs have been broadly categorized between the 'Maqulat' (rational sciences) and the 'Manqulat' (transmitted classical learning). Both are integral to the study of Religion, but just like in the heyday of Muslim civilization the 'Maqulat' stood prioritized, a return to that model can provide space for critical engagement and analytical reasoning within the purview of religion.

Concerns regarding the promotion of sectarianism through the teaching of religion can be addressed by prioritizing the ethical content of Islam over issues of juristic difference, form and ritual. Rights of fellow beings must be highlighted, including for those of other faiths- for which there exists voluminous content in religious sources. Anyone who has read through the Single National Curriculum will know that these contents have been included.

As a teacher of Islamic Studies for many years, I have encouraged critical engagement with religious texts, contextualization of religious interpretations and given space for discussion, debate and questioning. I have encouraged the appreciation of the internal diversity of religion and facilitated the understanding of the relevance of religious ethics and values in our society and the wider world. My students come from a variety of sectarian backgrounds. I enable them to understand differences without judgement. I encourage them to feel free to profess fidelity to personal convictions while respecting the convictions of others different to theirs. I am not an exception. Numberless individuals in the Muslim world and beyond have endeavoured to make faith come alive for seekers of knowledge as a means to positive personal and social change.

Much of the criticism to the Islamic Studies curriculum is based on our unfair biases, negative stereotypes and preconceived notions. These arise from a prejudiced view of religion which is the legacy of our colonial past that still holds some of our most popular academics intellectually hostage. In a country that has suffered religious violence and where instances of religious and sectarian intolerance are not rare, the teaching of religion sincerely, judiciously, insightfully and authentically can show us a way out of the dark alley of obscurantism, hate and ignorance.

Source:
http://maryamsakeenah.blogspot.com/2020/08/on-single-national-curriculum-islamic.html?m=1

Note: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

نمونہ کا پرچہ مفت حاصل کریں

مجھے ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور کا ایک شمارہ درج ذیل پتہ پر بطور نمونہ ارسال فرمائیں۔ مطالعہ کے بعد سالانہ خریدار بننے کا فیصلہ کروں گا/کروں گی۔

نام: ....

پتہ: ....

....

....

فون نمبر: ....

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.26